قیمت:پانچ روپے Rs.5/-

یوم ولادتِ نبوی ﷺ کے مبارک ومسعود موقع پر

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی

کی

خصوصی اشاعت

سیرتِ رسولؐ نمبر

ترتیب و پیشکش
محمد سالم جامعی

جلد:۳۴ شمارہ:۴۲
۱۵/تا۲۱/اکتوبر۲۰۲۱ء — ۸/تا۱۴/ربیع الاوّل ۱۴۴۳ھ
Year-34 Issue-42 15 - 21 October 2021 Page 16
قیمت پانچ روپے

اندر پڑھئے

- سرورِ کونین فخر دوعالم کی حیاتِ طیبہ: ایک نظر میں ص۲
- تمام مخلوقات کے محسن حضرت محمدؐ: جو سراپا رحمت ورأفت تھے ص۵
- دربارِ رسالت ﷺ میں شعر اور شعراء ص۸
- معجزۂ معراج النبیؐ میں امت محمدیہ کی اخلاقی اصلاح کے چند پہلو ص۱۱
- حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ اور آپ کے اخلاقِ حسنہ ص۴
- سیرتِ رسولؐ کے چار اہم پہلو اور عصری تقاضے ص۶
- سیرتِ نبی پاک ﷺ اور غیر مسلموں کے اعترافات ص۹
- انبیائے کرام کے اصلاحی طریقۂ کار کے بنیادی اصول ص۱۲

سرورِ کونین فخرِ دو عالم کی حیاتِ طیبہ: ایک نظر میں

تحریر: مورخ اسلام مولانا محمد عثمان معروفی

ظہور قدسی

ولادتِ حضرت عبداللہ والدِ ماجد رسول اللہؐ: ۵۴۶ء وفات: بعمر ۲۴ر سال، ۵۷۰ء

● واقعہ فیل: شنبہ ۱۷ر محرم ۲ر مارچ ۵۷۱ء۔

ولادت آنحضرتؐ

دوشنبہ ۹ر ربیع الاول، ۲۲ر اپریل ۵۷۱ء، یکم جیٹھ ۶۲۸ واقعۂ فیل کے پچاس روز بعد ● ابولہب کی لونڈی ثوبیہ نے آپ کو دودھ پلایا جنھوں نے آپ کے چچا حضرت حمزہؓ کو بھی دودھ پلایا تھا۔ ● ایک ہفتہ بعد حلیمہ سعدیہ نے دودھ پلایا اور قبیلہ ہوازن میں پانچ برس تک قیام رہا۔ ● ۵۷۶ء میں والدہ کی وفات ہوئی اس وقت آپؐ کی عمر مبارک چھ برس کی تھی۔ ● اس کے بعد آپ کے دادا عبد المطلب نے کفالت کی۔ ● ۵۷۹ء میں بعمر ۸۲ر سال جب عبدالمطلب فوت ہوگئے تو آپؐ کے چچا ابوطالب نے کفالت کی اس وقت آپ کی عمر آٹھ برس تھی ● ۸۱، ۵۸۰ء میں نو دس برس کی عمر میں خدمت گلہ بانی انجام دی ○ ۵۸۳ء میں بعمر تیرہ سال ابوطالب کے ہمراہ ملک شام کا تجارتی سفر کیا جس میں تیماء کے اندر ''بحیرا'' راہب سے ملاقات ہوئی ● ۵۹۱ء تا ۵۹۶ء پیشہ تجارت ● ۵۹۵ء میں بعمر ۲۵ر سال حضرت خدیجہؓ کا مال تجارت لے کر ملک شام کا دوسرا تجارتی سفر کیا جس میں مقام بصریٰ میں 'نسطورا' راہب سے ملاقات ہوئی ● پچیس برس دو ماہ دس دن کی عمر میں حضرت خدیجہؓ سے نکاح کیا جن کی عمر چالیس برس تھی ● تیس سال کی عمر میں آپ کو امین کا خطاب ملا ● ۶۰۵ء میں بعمر پینتیس سال تعمیر کعبہ کے موقع پر 'حکم' کی حیثیت سے حجر اسود نصب کر کے آپ نے بڑا جھگڑا دور کیا ● ۶۰۶ء تا ۶۰۹ء تنہائی پسندی، غار حراء میں قیام، اور یاد خدا میں انہاک ● ۶۰۹ء میں رویائے صادقہ کا ظہور۔

طلوع آفتابِ رسالت

● چالیس برس کی عمر دوشنبہ ۹ر ربیع الاول مطابق ۱۲ر فروری ۶۱۰ء کو بعثت ہوئی اور فجر وظہر کی نمازیں فرض ہوئیں ● شب جمعہ ۱۸ر رمضان ار نبوی ۱۷ر اگست ۶۱۰ء نزولِ قرآن کا آغاز ● تین برس بعد دعوتِ نبوت کے اظہار کا حکم ● ۳ نبوی میں کوہِ صفا کا مشہور خطبہ ● بعثت کے چھ برس بعد شنبہ یکم محرم ۷، ۸، ۹، نبوی ۶۱۵ء تا ۶۱۸ء تین برس تک شعب ابی طالب میں محصوری ● ۴۹ برس کی عمر میں عام فیل کے پچاسویں سال محصوری کا خاتمہ ● اس کے بعد آٹھویں ماہ میں ۱۰ نبوی میں ابوطالب کا بعمر ۸۰ر سال انتقال ● اس کے تین دن یا کچھ کم وبیش کے بعد حضرت خدیجہؓ کی بعمر ۶۲ سال رحلت ● اس کے بعد ہی جمادی الاخریٰ ۱۰ نبوی میں آپؐ نے طائف کا تبلیغی سفر کیا جہاں آپؐ پر پتھر پھینکے گئے تو مطعم بن عدی کے جوار میں مکہ معظّمہ واپس آئے ● اسی سفر میں مقام نخلہ میں نصیبین کے مقام پر سات جن آپؐ سے قرآن سن کر ایمان لائے ● اکاون برس نو ماہ کی عمر میں دوشنبہ ۲۷ر رجب ۱۰ نبوی ۲۲ر مارچ ۶۱۹ء میں واقعۂ معراج پیش آیا اور نماز پنجگانہ فرض ہوئی ● ۱۰ نبوی ۶۲۰ء میں حضرت سودہؓ، حضرت عائشہؓ سے نکاح ● ذوالحجہ ۱۱ر نبوی ۶۲۰ء میں عقبہ منیٰ میں مدینہ کے چھ یا آٹھ آدمیوں کا آپؐ سے قرآن سن کر قبولِ اسلام ● ذوالحجہ ۱۲ نبوی ۷ر مارچ ۶۲۱ء میں بیعت عقبہ ثانیہ جس میں مدینہ کے بارہ اشخاص ایمان لائے۔ ● ذوالحجہ ۱۳ نبوی ۶۲۲ء بیعت عقبۂ ثالثہ جس میں تہتر آدمی ایمان لائے اور آپؐ کی حمایت کا عہد کیا۔

متفرقات

سب سے پہلے اسلام قبول کرنیوالے: حضرت خدیجہؓ، حضرت ابوبکرؓ، حضرت علیؓ، حضرت زیدؓ، پھر حضرت زبیر بن العوامؓ، حضرت عثمان بن عفانؓ، حضرت عبدالرحمٰن بن عوفؓ، حضرت طلحہ بن عبیداللہؓ، حضرت سعد بن ابی وقاصؓ، ● ولادت حضرت ابوبکرؓ: ۵۷۳ء ● ولادت حضرت عثمان غنیؓ ۵۷۵ء ● ولادت حضرت عمر فاروقؓ: ۵۸۲ء ● حرب فجار: ۵۸۵ء ● حلف الفضول: ۵۸۶ء ● ولادت حضرت قاسم بن محمدؐ: ۵۹۸ء ● ولادت حضرت علیؓ وحضرت زینبؓ، وفات حضرت قاسم بن محمدؐ: ۶۰۰ء ● ولادت حضرت عائشہ صدیقہؓ بنت ابی بکر رضی اللہ عنہما: ۶۱۳ء ● ہجرت صحابہ بہ ملک حبش: رجب ۵ر نبوی اپریل ۶۱۴ء ● سید الشہداء حضرت حمزہؓ وحضرت عمر فاروقؓ کا قبولِ اسلام: ۶ نبوی۔

ہجرت نبوی

● ۵۳ر برس کی عمر میں حضرت جبرئیلؑ نے آکر ہجرت مدینہ کا حکم سنایا ● ہجرت وداخلہ غار ثور: شب جمعہ یا دوشنبہ ۲۷ر صفر ار ھ، ستمبر ۶۲۲ء ● داخلہ قبا: جمعہ ۱۲ر ربیع الاول ار ھ ۲۷ر ستمبر چودہ روز قیام اور مسجد قبا کی تعمیر ● داخلہ مدینہ منوّرہ: جمعہ ربیع الاول ار ھ ستمبر ۶۲۲ء ● تعمیر مسجد نبوی، ولادت عبداللہ بن زبیرؓ: ار ھ ۶۲۲ء ● ظہر، عصر، عشاء میں چار رکعتوں کی فرضیت، یہودیوں سے معاہدے: ار ھ ۶۲۲ء ● تحویل قبلہ: شنبہ ۱۵ر شعبان ۲ر ھ اکتوبر ۶۲۳ء ● سریہ حارث بن عبداللہؓ: ۲ر ھ ۶۲۳ء ● غزوۂ ابواء صفر ۲ر ھ جون ۶۲۳ء ● فرضیت جہاد: صفر ۲ھ ● غزوۂ بواط: ربیع الاول ۲ر ھ جولائی ۶۲۳ء ● غزوۂ ذی العشیرۃ: جمادی الاخریٰ ۲ھ اکتوبر ۶۲۳ء ● سریہ عبداللہ بن جحشؓ: رجب ۲ھ نومبر ۶۲۳ء ● سریہ غطفان: ۲ھ ● فرضیت رمضان کے بعد پہلا روزہ: چہارشنبہ یکم رمضان ۲ھ فروری ۶۲۴ء ● غزوۂ بدر: ۱۷ر رمضان ۲ھ جنوری ۶۲۴ء مسلمان ۳۱۳، ۲۲ شہید، کفار ۱۰۰۰ جن میں سے ۷۰ مقتول اور ۷۰ قید ہوئے ● غزوۂ بنو قینقاع: شوال ۲ھ جنوری ۶۲۴ء ● صدقہ فطر، باجماعت نماز عید الفطر، نکاح فاطمہ زہراؓ، وفات حضرت رقیہؓ: ۲ھ ● غزوۂ سویق: ذوالحجہ ۲ھ اپریل ۶۲۴ء مسلمان دوسو، کفار دوسو ● سریہ زید بن حارثہؓ: جمادی الاخریٰ ۳ھ ستمبر ۶۲۴ء ● غزوۂ احد: دوشنبہ ۷ر یا ۱۵ر شوال ۳ھ جنوری ۶۲۵ء مسلمان چھ سو پچاس، ستر شہید، چالیس زخمی، کفار، تین ہزار، تین مقتول ● اس کے ایک روز بعد غزوۂ حمراء الاسد ● احکامِ وراثت، نکاح مشرکہ کی ممانعت، حضرت کلثومؓ بنت محمدؐ کا حضرت عثمان سے نکاح، حضرت حفصہؓ وحضرت زینبؓ بنت خزیمہ سے آنحضرتؐ کا عقد، ولادت حضرت حسن بن علیؓ: ۳ھ ● حرمتِ شراب، ولادت حضرت حسینؓ، حضرت ام سلمہؓ سے آنحضرتؐ کا عقد، حضرت زینبؓ بنت خزیمہ کی وفات: ۴ھ ● واقعۂ رجیع، واقعہ بیر معونہ: صفر ۴ھ مئی ۶۲۵ء رجیع میں مسلمان دس، کفار ایک سو، واقعہ بیر معونہ میں مسلمان ستر، انہتر شہید ● غزوۂ بنی نضیر اور ان کی جلاوطنی: ربیع الاول ۴ھ جون ۶۲۵ء ● پردہ کا حکم: جمعہ یکم ذوالقعدہ ۴ھ اپریل ۶۲۶ء ● غزوۂ بدر ثانیہ: ذوالقعدہ ۴ھ مسلمان ایک ہزار پانچ سو دس، کفار دو ہزار پچاس، کفار واپس ہوگئے جنگ نہ ہوئی، ● غزوۂ بنی المصطلق یا غزوۂ مریسیع، تیمّم کا حکم، واقعہ افک، زنا کی حد، حضرت جویریہؓ سے آنحضرتؐ کا عقد: ۳ر شعبان ۵ھ ستمبر ۶۲۶ء ● غزوۂ خندق، احزاب: شوال ۵ھ فروری ۶۲۷ء مسلمان تین ہزار، دشمن دس ہزار ● غزوۂ بنی قریظہ اور یہود قریظہ کا خاتمہ: ذوالحجہ ۵ھ اپریل ۶۲۷ء دشمن مقتول اور قید ہوئے ● غزوۂ بنی لحیان ربیع الاول: ۶ھ جون ۶۲۷ء ● غزوۂ ذی قرد ربیع الآخر ۶ھ جولائی ۶۲۷ء تین مسلمان شہید ایک کافر مقتول ● سریۃ الغمر: ربیع الاخر ۶ھ اگست ۶۲۷ء ● سریہ زید بن حارثہؓ: جمادی الاولیٰ ۶ھ ستمبر ۶۲۷ء ● سریۂ دوم زید بن حارثہؓ: جمادی الآخریٰ ۶ھ اکتوبر ۶۲۷ء ● سریہ عبداللہؓ بن عتیک: رمضان ۶ھ دسمبر ۶۲۷ء ● سریہ عبداللہؓ بن رواحہ: شوال ۶ھ جنوری ۶۲۸ء ● بیعتِ رضواں، صلح حدیبیہ: ذوالقعدہ ۶ھ فروری ۶۲۸ء مسلمان چودہ سو، عمرہ ادا کرنے گئے تھے کفار نے روک دیا ● آنحضرتؐ کے دعوت اسلام کے خطوط سلاطین کے پاس: محرم ۷ر مئی ۶۲۸ء (۱) قیصر روم کے پاس دحیہ کلبیؓ (۲) خسرو پرویز کج کلاہان ایران کے پاس عبداللہ بن حذافہ سہمیؓ (۳) عزیز مصر مقوقس کے پاس حاطب بن ابی بلتعہؓ (۴) نجاشی شاہِ حبش کے پاس عمرو بن امیہ ضمریؓ (۵) رؤسائے یمامہ کے پاس سلیط بن عمرؓ (۶) رئیس حدود شام حارث غسانی کے پاس شجاع بن وہب اسدیؓ کو بطور قاصد بھیجا۔

اسلامی ریاست کی ابتداء

● فتح خیبر: محرم ۷ر مئی ۶۲۸ء مسلمان چودہ سو، ۱۸ شہید، دشمن دس ہزار، ۹۳ر مقتول، یہیں آپؐ کو زہر دیا گیا تھا ● حضرت صفیہؓ سے آنحضرتؐ کا عقد، گدھے، خچر، درندے اور پنجہ دار پرندے کی حرمت: ۷ھ ● زوۂ ذات الرقاع: محرم ۷ھ مسلمان چار سو حضرت خالد بن ولید اور عمرو بن عاص کا قبول اسلام: صفر ۷ھ ● عمرۃ القضاء، حکمِ رمل، آنحضرتؐ کا حضرت میمونہؓ سے عقد: ذوالقعدہ ۷ھ ● غزوۂ موتہ، جمادی الاولیٰ ۸ھ ستمبر ۶۲۹ء مسلمان تین ہزار ۱۲ر شہید، دشمن ایک لاکھ ● غزوۂ ذات السلاسل: جمادی الاخریٰ ۸ھ اکتوبر ۶۲۹ء مسلمان پانچ سو۔ ● سریۃ الخبط یا سیف البحر: رجب ۸ھ نومبر ۶۲۹ء مسلمان تین سو، اسی سریہ میں ایک مچھلی کا گوشت اٹھارہ روز یا اس سے زیادہ دنوں تک کاٹ کاٹ کر تین سو صحابہ کھاتے رہے، اس کی پسلی کی دو ہڈیاں حضرت ابوعبیدہؓ نے کھڑی کیں تو اسکے اندر سے سب سے لمبے اونٹ پر سب سے لمبا آدمی سوار ہو کر گذر گیا ● فتح مکہ معظّمہ: پنجشنبہ ۲۰ر رمضان ۸ھ جنوری ۶۳۰ء مسلمان دس ہزار، ۱۳ر کافر مقتول ● غزوۂ حنین ومحاصرۂ طائف شوال ۸ھ فروری ۶۳۰ء مسلمان بارہ ہزار، ۶ر شہید، دشمن چار ہزار ۱۷ر مقتول ● جنگ نخلہ واوطاس، وفات زینب بنت محمدؐ: ۸ھ ● ولادت حضرت ابراہیم بن محمد از ماریہ قبطیہؓ ذوالحجہ ۸ھ اپریل ۶۳۰ء ● سریہ عیینہ بن حصن جانب بنی تمیم: محرم ۹ھ اپریل ۶۳۰ء ● پچاس سوار کا دستہ، سریہ علقمہ بن مجزز جانب حبشہ: ربیع الآخر ۹ھ جولائی ۶۳۰ء مسلمان تین سو ● سریہ علیؓ بن ابی طالب جانب طے، پچاس سواروں کے ساتھ ۹ھ ۶۳۰ء ● غزوۂ تبوک وجیش عسرت: روانگی پنجشنبہ رجب ۹ھ اکتوبر ۶۳۰ء تیس ہزار فوج، دس ہزار گھوڑے، اس غزوہ سے واپسی میں منافقین نے ایک گھاٹی میں گرا کر آنحضرتؐ کو ہلاک کرنے کی سازش کی تھی ● زکوٰۃ وجزیہ کا حکم، سود کی حرمت، واقعہ ایلاء وتخییر، فرضیت حج: ۹ھ پہلا حج بامامت صدیق اکبرؓ ● حج اکبر: دوشنبہ ۹ر ذوالحجہ ۹ھ مارچ ۶۳۱ء ● سریہ خالد بن ولیدؓ، وفات حضرت ابراہیم بن محمد: ربیع الاول ۱۰ھ جون ۶۳۱ء ● روانگی حضرت علیؓ جانب یمن: رمضان ۱۰ھ ۹ر دسمبر ۶۳۱ء ● تیاری جیش اسامہؓ برائے شام: صفر ۱۱ھ مئی ۶۳۲ء ● ابتداء مرض نبویؐ: دوشنبہ ۲۸ر صفر ۱۱ھ مئی ۶۳۲ء ● وفات حسرت آیات: دوشنبہ بوقت چاشت ۱۲ر ربیع الاوّل ۱۱ھ ۹ر جون ۶۳۲ء ● تدفین: وفات کے بتیس گھنٹے کے بعد شب چہارشنبہ ۱۴ر ربیع الاول ۱۱ھ ۱۱ر جون ۶۳۲ء ● آنحضرتؐ کے دعوت وتبلیغ کے کل ایام ۸۱۵۶، ● اور دنیوی زندگی کے کل ایام ۲۲۳۳۰، ۶ر گھنٹے ہیں۔

آنحضرتؐ کے چچا

حمزہؓ، عباسؓ، ابوطالب، ابولہب، عبدالعزیٰ، زبیر، مقوم، ضرار، مغیرہ ملقب بہ حجل، حارث، عبدالکعبہ، قثم، غیداق، بعض روایات میں عوام بھی ہے، بعض نے غیداق اور حجل کو ایک کہا ہے اور بعض نے عبد الکعبہ اور مقوم کو ایک کہا، ان میں حضرت حمزہؓ وحضرت عباسؓ ایمان لائے اور ابوطالب وابولہب کو اسلام کا زمانہ ملا۔

آنحضرتؐ کی پھوپھیاں

صفیہؓ، اروی،ؓ عاتکہؓ، ام حکیم البیضاء، برہ، امیمہ، ان میں حضرت صفیہؓ ایمان لائیں۔ کہا گیا ہے کہ اروی اور عاتکہ بھی ایمان لائیں اور ہجرت مدینہ فرمائی۔

آنحضرتؐ کی والدہ ماجدہ

آمنہ بنت وہب بن عبد مناف بن زہرہ بن کلاب بن مرہ، آنحضورؐ کا جدی نسب ماں کے ساتھ کلاب بن مرہ پر مل جاتا ہے۔

ضمیمہ

● ہجرت حبشہ اولیٰ: رجب ۵ نبوی، اپریل ۶۱۴ء، اس میں گیارہ مرد چار عورتیں تھیں ● ہجرت حبشہ ثانیہ: ۷ نبوی، اس میں تراسی مرد بیس عورتیں تھیں ● فرضیت جہاد ومشروعیت اذان اور مشروعیت نماز عید الفطر: اھ یا ۲ھ، سریہ حمزہؓ اھ ● ہجرت کے پانچ ماہ بعد حضرت انسؓ کے مکان میں ۴۵ر مہاجرین و۴۵ر انصار میں مواخات ہوئی، ایک ایک مہاجر کو ایک ایک انصاری کا بھائی بنایا گیا۔ ● ۸ھ میں مسجد نبوی کے اندر تین زینہ کا لکڑی کا منبر رکھا گیا۔ ● ۶۵۴ھ میں مسجد میں آگ لگ جانے سے وہ منبر جل گیا۔

آنحضرتؐ کی باندیاں

● ماریہ قبطیہؓ جنھیں مقوقس نے ۷ھ میں آنحضرتؐ کے پاس بھیجا تھا، بہت حسین تھیں ۱۶ھ میں وفات ہوئی ● ریحانہؓ بنت شمعون، بنوقریظہ کی تھیں ۱۰ھ میں حجۃ الوادع کے بعد وفات ہوئی۔ ● نفیسہؓ جو حضرت زینب بنت جحش کی کنیز تھیں انھوں نے آنحضرتؐ کو ہبہ کر دیا تھا۔ ● ایک اور کنیز تھی جو کسی غزوہ میں آئی تھیں اور نہایت حسین تھیں۔

آنحضرتؐ کے صاحبزادے

(۱) حضرت قاسمؓ، ولادت بمکہ قبل نبوت، عمر ایک سال پانچ ماہ، مدفن مکہ معظّمہ، آپؐ کی کنیت ابوالقاسم اسی وجہ سے ہے۔

(۲) حضرت عبداللہؓ، لقب طیب وطاہر، ولادت بمکہ: بعد نبوت، عمر ایک سال چند ماہ، یہ دونوں حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھے۔

(۳) حضرت ابراہیمؓ از ماریہ قبطیہؓ، عمر ایک سال چار ماہ، وفات: ۱۰ر ربیع الاوّل ۱۰ھ، مدفن جنت البقیع مدینہ منورہ۔

آنحضرتؐ کی صاحبزادیاں

(۱) حضرت زینبؓ ولادت: قبل نبوت، وفات: ۸ھ، مدفن: جنت البقیع مدینہ منورہ۔

(۲) حضرت رقیہؓ حضرت زینبؓ سے تین برس چھوٹی تھیں۔ وفات: ۲۰ر شوال ۲ھ، مدفن: جنت البقیع مدینہ منورہ۔

(۳) حضرت ام کلثومؓ: ولادت قبل بعثت، وفات: پنجشنبہ ۶ر شعبان ۹ھ، مدفن: جنت البقیع۔

(۴) حضرت فاطمہؓ ولادت: ار نبوی، وفات: شب منگل ۳ر رمضان ۱۱ھ، مدفن: جنت البقیع مدینہ منورہ۔

یارب صل وسلم دائماً ابداً
علی حبیبک خیر الخلق کلھم□□

پاک مکرم صلی اللہ علیہ وسلم

حضرت جگر مرادآبادی

ہر زمانے میں پیغمبر بھی نبی بھی آئے
مصلحِ ملّی وملکی بھی رشی بھی آئے
حق کے جوئندہ، حق کے ولی بھی آئے
واقفِ محرمِ اسرارِ خفی بھی آئے
آئے دُنیا میں بہت پاک مکرم بن کر
کوئی آیا نہ مگر رحمتِ عالم بن کر
کس نے جام مئے توحید پلایا سب کو
کس نے پیغام مساوات سنایا سب کو
تم نے دیکھا ہے بہت دفتر پیغام اس کا
اور ایسا کوئی گزرا ہو تو لو نام اس کا
کوئی صدیق سا گزرا ہو تو للہ دِکھاؤ
تم نے فاروق سا دیکھا ہو تو لِلّٰہ دِکھاؤ
کوئی عثمان سا آیا ہو تو لِلّٰہ دِکھاؤ
کوئی حیدر کا سا پایا ہو تو لِلّٰہ دِکھاؤ
ثانی احمد بے میم تو کیا لاؤگے
اس کی امت کی مثالیں بھی نہیں پاؤگے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہراتؓ

شمار	نام مع ولدیت	سنہ نکاح	عمر بوقت نکاح	مدت مصاحبتِ نبی	سنہ وفات	عمر	مدفن	مرویات
۱	خدیجہ بنت خویلدؓ	۶۲۵ر عیسوی	۴۰ر سال	۲۵ر سال	۱۰ر نبوی	۶۵ر سال	مکہ معظّمہ	
۲	سودہ بنت زمعہؓ	۱۰ نبوی	۵۰	۱۴ر سال	شوال ۵۴ھ	۷۲	مدینہ منورہ	۵
۳	عائشہ بنت ابی بکرؓ	شوال ۱۰ر نبوی	۶	۹ر سال	۱۷ر رمضان ۵۷ھ	۶۶	//	۲۲۱۰
۴	حفصہ بنت عمرؓ	شعبان ۳ھ	۲۲	۸ر سال	شعبان ۴۵ھ	۶۰	//	۶۰
۵	زینب بنت خزیمہؓ	۳ھ	۳۰	۳ر ماہ	۳ر ربیع الثانی ۴ھ	۳۰	//	۰
۶	ام سلمہ بنت ابی امیہؓ	۴ھ	۲۶	۷ر سال	۴۵ھ یا ۶۳ھ	۸۴	//	۳۷۸
۷	زینب بنت جحش	۵ھ	۳۶	۶ر سال	۲۰ھ	۵۰ یا ۵۳	//	۳۷۸
۸	جویریہ بنت حارثؓ	شعبان ۵ھ	۲۰	۶ر سال	ربیع الاول ۵۰ھ	۶۵	//	۷
۹	ام حبیبہؓ بنت ابی سفیان	۶ھ	۳۶	۵ر سال	۴۴ھ	۷۴	//	۶۵
۱۰	صفیہؓ بنت حیی بن اخطب	۷ھ	۱۷	پونے چار سال	رمضان ۵۰ھ	۶۰	//	۱۰
۱۱	میمونہ بنت حارثؓ	ذوالقعدہ ۷ھ	۳۶	سوا تین سال	۵۱ یا ۶۱	۸۰	مقام سرف	۷۶

ہفت روزہ
الجمعیۃ
نئی دہلی
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے

سیرتِ فخرِ رسل صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام

اسلام ایک مکمل نظامِ حیات ہے جو انسانوں کی رہنمائی کے لیے دو چیزوں کو منبع ہدایت قرار دیتا ہے۔ ایک کلام الٰہی ہے اور دوسرا سرورِ کائنات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک۔ اس طرح کہا جا سکتا ہے کہ انسانی زندگی کی صحیح سمت کے تعین کا دارومدار قرآن کریم اور فرموداتِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے اور یہ دونوں ہی انسان کے لیے ایک کامل و مکمل قطب نما کی حیثیت رکھتے ہیں۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان ان کی سیرتِ مبارکہ کو راہِ عمل مانتے ہوئے اس کا اتباع کرنا اسلامی عقائد کا ایک لازمی حصہ ہے۔ آپ کی ذاتِ گرامی سے محبت اور آپ کی اطاعت ہر مومن پر واجب اور ضروری ہے۔ خود پروردگارِ عالم کا ارشاد ہے:

"سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں اُٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلے سے اور قبول کریں خوشی سے۔" (ترجمہ شیخ الہند، سورہ نساء، آیت ۶۵)

ایک دوسری جگہ ارشادِ گرامی ہے:

"اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا، پڑھتا ہے ان پر آیتیں اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو یعنی شرک وغیرہ سے اور سکھلاتا ہے کتاب اور کام کی بات اور وہ تو پہلے سے صریح گمراہی میں تھے۔" (ترجمہ شیخ الہند، سورہ آل عمران، آیت ۱۶۴)

حقیقت یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیاتِ مبارکہ قرآن کریم کی عملی تصویر ہے اور یہ پاک پروردگار کا ہم پر زبردست احسان ہے کہ اس نے اپنے احکامات کا عملی نمونہ ہمیں سرورِ کائنات فخر موجودات حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی حیاتِ مبارکہ کی شکل میں عنایت فرمایا۔ اللہ تعالیٰ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام جہانوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا۔ آپ نے ظلم و جہالت کی تاریکیوں سے انسانیت کو نکال کر فلاح و کامرانی کے راستہ پر گامزن فرمایا۔ معاشرے کے ہر مجبور و مقہور کی آپ نے دادرسی فرمائی اور تمام طبقات یہاں تک کہ جانوروں تک کے حقوق آپ نے متعین فرمائے۔ آپ کی حیاتِ طیبہ پر نظر ڈالی جائے تو آپ کی صفاتِ حمیدہ ہر شعبۂ زندگی پر محیط نظر آئیں گی مگر آپ کے اوصافِ حمیدہ میں جو وصف سب سے زیادہ نمایاں نظر آتا ہے وہ آپ کی نرم مزاجی اور حلم ہے، یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا وہ وصف ہے جس نے دشمنوں تک کو بھی حرم اسلام میں داخلہ پر مجبور کر دیا تھا۔ یہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی نرم خوئی، نرم مزاجی اور نرم گفتاری ہی تھی جس نے صدیوں سے ضلالت و گمراہی میں پڑے ہوئے معاشرے میں بیحد سخت دل انسانوں کے دلوں میں نہ صرف نرمی پیدا کر دی بلکہ ان کے دلوں کو مسخر کر ڈالا اور اپنے اخلاقِ حسنہ کے طفیل آپ فاتح زمانہ کہلائے۔ بحیثیت نبی آپ معلم و مربی بھی تھے۔ داعی اور واعظ بھی تھے۔ قائد، سپہ سالار اور حاکم بھی تھے۔ آپ والد بھی تھے، شوہر بھی تھے اور رشتہ داروں کے رشتہ دار بھی تھے مگر آپ کی نرم گفتاری اور حلم کا پہلو آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے تمام معاملات اور تعلقات میں ہمیشہ غالب اور واضح نظر آتا تھا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے ربیع الاوّل کی صبح سعادت سے قبل انسانیت گراوٹ و پستی کے جس درجہ کو پہنچ چکی تھی اس کے تصور و خیال سے ہی دل دہل جائیں گے، آخری درجہ کی بات یہ ہے کہ امراء و رؤساء اپنی دعوتوں اور خوشیوں کی محفلوں میں چراغاں کرنے کے لیے زندہ انسانوں کو ستونوں سے باندھ کر ان کے جسموں پر تیل چھڑک کر جلاتے۔ ان کی چیخ و پکار اور رونے چلانے کی آوازوں میں ان کو موسیقی کا مزہ آتا اور اس پر فخر کیا جاتا تھا کہ فلاں کے یہاں اتنے غلام جلائے گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اس کائنات میں حسن و احسان اور جمال و کمال کا سب سے بڑا پیکر ہے، جس سے زیادہ صورت و سیرت اور کمال ظاہر و باطن کا دلکش انسانی نمونہ خالق و مالک اور قادر مطلق نے کوئی اور نہیں بنایا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی وہ ذاتِ گرامی ہے جس پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمتیں بھیجتا ہے اور فرشتے اس کے لیے دعا کرتے ہیں، اتنا ہی نہیں بلکہ جن لوگوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا نبی مانا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور آپؐ پر نازل ہونے والی کتاب پر خلوص دل سے ایمان لائے، ان کو بھی حکم ہو رہا ہے کہ تم ان پر درود و سلام بھیجو۔ اللہ نے اپنے اس محبوب کو جس کو ہر اعتبار سے انسانیت کا کامل و مکمل نمونہ بنایا، معراج میں اپنے پاس ساتویں آسمان پر سدرۃ المنتہیٰ تک بلایا، جہاں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو بھی جانے کی اجازت نہیں تھی۔

قیامت کے دن جب نفسی نفسی کا عالم ہوگا، عرش خداوندی کی داہنی طرف آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کرسی لگائی جائے گی۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں گے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ میں حمد کا جھنڈا ہوگا اور سارے انبیاء و اتقیاء کو آپ صلی اللہ علیہ وسلم پر رشک آئے گا۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس شرف و بلندی کا راز یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم تمام انبیاء کی صفات کے جامع اور خاتم الانبیاء ہیں۔ آپؐ عالم میں خدا کی تعلیم و ہدایت کے شاہد ہیں۔ نیکوکاروں کو فلاح و سعادت کی بشارت سنانے والے مبشر ہیں، ان کو جو اب تک بے خبر تھے، ہوشیار و بیدار کرنے والے نذیر ہیں۔ بھٹکنے والے مسافروں کو خدا کی طرف پکارنے والے داعی ہیں اور خود ہمہ تن نور اور چراغ ہیں۔

اس وقت انسانوں کا کون سا طبقہ ہے جس پر آپؐ کا براہِ راست یا بالواسطہ احسان نہیں، کیا مردوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان نہیں کہ ان کو آدمیت کی تعلیم دی، کیا عورتوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے حقوق کو ماں، بہن، پھوپھی، خالہ کی صورت میں کہہ متعین کر دیا، فرمایا کہ: "ماں کے قدموں کے نیچے جنت ہے"، "خالہ کا درجہ ماں کے برابر ہے۔" کمزوروں پر جو ظلم کی چکی میں پستے رہتے ہیں یہ کہہ کر احسان کیا کہ مظلوم کی بددعا سے ڈرو کہ اس کی آہ و کراہ اور خدا کے درمیان کوئی پردہ نہیں، کیا حاکموں اور بادشاہوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان نہیں کہ ان کے حقوق و فرائض بتانے کے بعد فرمایا: "انصاف پسند حاکم و بادشاہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے سایہ میں ہوگا۔" کیا تاجروں اور کاروباری لوگوں پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احسان نہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں اور سچا و دیانت دار تاجر جنت میں قریب قریب ہوں گے۔" خود بھی تجارت کر کے تاجروں کی عزت بڑھائی، کیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں فرمایا کہ "ہر جاندار مخلوق کو کھلانا پلانا بھی صدقہ ہے۔" کیا ساری دُنیا پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ احسان نہیں کہ سب سے پہلے دُنیا نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی زبان سے سنا کہ خدا کسی ملک، قوم، نسل اور برادری کا نہیں، سارے جہانوں اور دنیا کے سب انسانوں کا ہے۔

ربیع الاوّل کا مہینہ آتا ہے تو ہماری رگِ محبت پھڑکنے لگتی ہے، کہیں میلاد النبیؐ کے پُر رونق جلسوں کا انعقاد ہوتا ہے، کہیں علمائے کرام کی تقریروں اور نعتیہ پروگراموں اور مشاعروں سے فضا گونجنے لگتی ہے، لیکن کیا ہم نے کبھی سوچا کہ وہ ذاتِ گرامی جس سے انسانیت کا سر اونچا ہوا، نام روشن ہوا اگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی مثالی شخصیت نہ ہوتی تو انسانیت جس عالمگیر اندھیروں میں بھٹک رہی تھی اور جس میں انسان انسان کا خون چوس رہا تھا، طاقتور کمزور کو کھا رہا تھا تو انسانیت کا آخر کیا انجام ہوتا۔

آج جب ہم اپنے موجودہ معاشرہ پر نظر ڈالتے ہیں تو صاف نظر آجاتا ہے کہ وہی رسم و رواج کے بندھن، ذات برادری کی تقسیم، انتقام کی سلگتی ہوئی آگ، نفرت و عداوت کے طوفان، معمولی معمولی بات پر ٹوپیاں گرانا، پگڑیاں اُچھالنا آج ہمارے معاشرے کا حصہ ہیں، جن سے نبی آخر الزماں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو نبرد آزما ہونا پڑا تھا اور جو آپ کے فیضِ صحبت اور شبانہ روز کی جدوجہد کے نتیجہ میں ایک ایسے معاشرے میں تبدیل ہو گیا تھا جو ایک طویل عرصہ تک دشمنانِ اسلام تک کو اپنے اعتراف پر مجبور کرتا رہا ہے۔ بلاشبہ آج کے حالات امت کے لیے ایک چیلنج ہیں اس لیے آپؐ کی ولادت باسعادت کا رسمی جشن منانے کے بجائے ہمیں آپؐ کی سیرتِ مبارکہ کے تمام پہلوؤں اور آپؐ کی حیاتِ مقدسہ کے ہمہ جہت نمونوں کو نہ صرف سامنے لانے بلکہ اسے تحریک کی شکل دے کر ہر ہر گھر تک پہنچانے کی ضرورت ہے۔

یاد رکھیے! ہم جب تک زندگی کے ہر میدان میں سیرتِ پاک کے نمونوں کو نہیں اپنائیں گے اس وقت تک مکمل دین ہماری زندگی میں نہیں آپائے گا۔ یہی آپ کی سیرتِ پاک کا پیغام ہے اور اسی میں ہمارے تمام مسائل کا حل ہے۔ ◻◻

جواہر القرآن

سورۂ سجدہ-۳۲	ترجمہ آیات: ۱۳	حضرت شیخ الہندؒ

○ اور اگر ہم چاہتے تو سجھا دیتے ہر جی کو اس کی راہ لیکن ٹھیک پڑ چکی میری کہی بات کہ مجھ کو بھرنی ہے دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے (ف۱)

فوائد: —— **علامہ شبیر احمد عثمانیؒ**

ف۱ دوسری جگہ فرمایا: وَلَوْرُدُّوْ الْعَادُوْ لِمَا نُهُوْا عَنْه (انعام: رکوع ۳) یعنی جھوٹے ہیں اگر دُنیا کی طرف لوٹا لے جائیں پھر وہی شرارتیں کریں۔ ان کی طبیعت کی افتاد ہی ایسی واقع ہوئی ہے کہ شیطان کے اغواء کو قبول کر لیں اور اللہ کی رحمت سے دور بھاگیں، بیشک ہم کو قدرت تھی چاہتے تو ایک طرف سے تمام آدمیوں کو زبردستی اسی راہِ ہدایت پر قائم رکھتے جس کی طرف انسان کا دل فطرتاً رہنمائی کرتا ہے، لیکن اس طرح سب کو ایک ہی طور و طریق اختیار کرنے کے لیے مضطر کر دینا حکمت کے خلاف تھا، جس کا بیان کئی جگہ پہلے ہو چکا ہے۔ لہٰذا وہ بات پوری ہونی تھی جو ابلیس کے دعوے لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ (ص، رکوع ۵) کے جواب میں فرمائی تھی: فَالْحَقُّ وَالْحَقَّ اَقُوْلُ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكَ وَمِمَّنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ اَجْمَعِيْنَ (ص، رکوع ۵) معلوم ہوا کہ یہاں جن و انس سے مراد وہ ہی شیاطین اور ان کے اتباع ہیں۔

انوارِ احادیث

● حضرت اوسطؒ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے ہمارے سامنے بیان کرتے ہوئے فرمایا: ایک سال پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے کھڑے ہونے کی اسی جگہ (خطبہ کے لیے) کھڑے ہوئے تھے۔ یہ کہہ کر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ رو پڑے۔ پھر فرمایا: اللہ تعالیٰ سے (اپنے لیے) عافیت مانگا کرو کیونکہ ایمان و یقین کے بعد عافیت سے بڑھ کر کسی کو کوئی نعمت نہیں دی گئی۔ (مسند احمد)

حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے اخلاقِ حسنہ

تحریر: مفتی محمد مظفر صادق قاسمی

ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق بے مثل و بے مثال ہیں۔ آپؐ کی سیرت و زندگی میں اخلاق ہی وہ درخشندہ باب ہے جس نے دنیا کو فتح کرنے میں اوّلین کردار ادا کیا ہے۔ بڑے بڑے سورماؤں، تیس مار خانوں اور وقت کے نامی گرامی ظالموں اور پہلوانوں کو آپ کے اخلاق نے ایمان لانے اور آپ پر جاں نثار ہونے پر مجبور کردیا تھا، یہی تو وجہ ہے کہ جو ایک بار آپؐ کی زیارت کرلیتا، آپ کا گرویدہ و فداکار ہوجاتا۔ یہی نہیں بلکہ قرآن از اوّل تا آخر آپ کے اخلاق کی تعریف و توصیف کررہا ہے، اس پر حضرت حضرت عائشہ کا فرمان شاہد عدل ہے کہ صحابہ نے آپ کے اخلاق کے متعلق پوچھا تھا تو آپ نے فرمایا: ''کان خلقہ القرآن'' کہ نبی کریم علیہ السلام کے اخلاق تو مکمل قرآن ہے، اسی طرح جب ولید بن مغیرہ نے آپ کے کتاب اخلاق پر انگلی اُٹھائی تو اللہ نے اپنی طرف سے جواب دیا کہ اے محبوب آپ کے اخلاق و کردار پر دھبہ لگانے والے خود ہی پاگل، دیوانہ، مجنون، جھوٹی قسم کھانے والا، ذلیل و خوار، حد سے بڑھنے والا، اِدھر کی اُدھر لگانے والا اور حقیقتاً اپنی پیدائش میں خطا کا شکار ہے، بلکہ یہ کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ اخلاق آپ کے نیچے اور آپ اس کے اوپر ہیں کیونکہ قرآن فرماتا ہے:

''انک لعلیٰ خلق عظیم'' کہ اے محبوب! آپ کی خو بڑی شان کی ہے اور ایسا کیوں نہ ہو جبکہ آپ نے اپنی حیات ظاہری میں نہ کسی کو مارا، نہ کسی کو ڈانٹا، نہ کسی کو سخت و سست کہا نہ کسی کو گالی دی، نہ کسی سے انتقام لیا، نہ کسی پر غم و غصہ کا اظہار کیا، نہ کسی کی بدزبانی پر برہم ہوئے، نہ کبھی ادب و احترام میں کمی کی وجہ سے ناک بھنو چڑھائی، نہ اپنے گھر والوں پر کبھی برہم ہوئے، نہ کسی کے یہاں دعوت میں کمی زیادتی کی وجہ سے کوئی عیب نکالا، نہ کھانے سے دستبردار ہوئے، جو سامنے آیا تناول فرمالیا، بلکہ رفتار و گفتار، سفر و حضر، اکل و شرب سب کچھ نرالا اور انوکھا تھا۔ آیئے آپ کے اخلاق کے متعلق چند تابناک گوشے احادیث و آثار کی روشنی میں سماعت فرمائیں۔

آپ نے کبھی کسی کو ڈانٹا نہیں

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے دس سال آپؐ کی خدمت کی۔ آپؐ نے کبھی بھی مجھ سے اُف نہیں فرمایا اور میں نے جو کام کیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے یہ کام کیوں کیا؟ اور میں نے جس کام کو چھوڑ دیا تو کبھی مجھ سے یہ نہیں فرمایا کہ تم نے اس کام کو کیوں نہیں کیا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق سب سے اچھے تھے، ریشم سے زیادہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ نرم تھے، آپؐ کے پسینہ کی خوشبو مشک و عنبر سے زیادہ معطر کرنے والی ہوتی تھی۔ (بخاری و مسلم)

(۲) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص جو اپنے قبیلہ کا برا آدمی تھا، آپؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس سے بہت زیادہ نرمی سے بات چیت کی، حضرت عاشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہؐ! اتنے برے آدمی سے آپؐ نے اتنی نرمی سے بات کی، کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: عائشہ! لوگوں میں سب سے برا وہ آدمی ہے جس کو لوگ اس کی بدگفتاری اور بدکلامی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔ (بخاری، مسلم و ترمذی)

آپ سخت مزاج نہ تھے

(۱) حضرت امام حسین بن علی رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ میں نے اپنے والد یعنی حضرت علیؓ سے آقا علیہ السلام کی سیرت کے متعلق سوال کیا تو آپ (حضرت علیؓ) نے فرمایا کہ رسول اللہ صلی کے چہرہ پر ہمیشہ بشاشت رہتی تھی، آپ بدمزاج اور سخت دل نہ تھے، نہ بدگفتار تھے، نہ لوگوں کے عیوب بیان کرتے تھے۔ آپ کسی کو نامراد نہیں کرتے تھے۔ آپ بحث و تکرار اور بے مقصد کاموں میں نہیں پڑتے تھے۔ آپ نہ کسی کی مذمت کرتے نہ سنتے، نہ کسی کی پوشیدہ چیز معلوم کرتے، صرف وہی بات کرتے جس پر ثواب ملنے کی امید ہوتی۔ اگر کوئی اجنبی آدمی سختی سے بات یا سوال کرتا تو آپ صبر کرلیتے۔ (شمائل ترمذی و تبیان القرآن، جلد۱۱)

(۲) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک دیہاتی نے مسجد میں پیشاب کردیا تو صحابہ اس کو مارنے کے لیے آگے بڑھے، ایسے موقع پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اس کو مت مارو، اس کا پیشاب مت روکو، اس کو چھوڑ دو، اس کے پیشاب پر دو تین ڈول پانی بہادو، کیونکہ تم آسانی کرنے کے لیے بھیجے گئے ہو، لوگوں کو مشکل میں ڈالنے کے لیے نہیں بھیجے گئے ہو۔ (بخاری)

> **حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص جو اپنے قبیلہ کا برا آدمی تھا، آپؐ کی بارگاہ میں حاضر ہوا۔ آپؐ نے اس سے بہت زیادہ نرمی سے بات چیت کی، حضرت عاشہؓ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یا رسول اللہؐ! اتنے برے آدمی سے آپؐ نے اتنی نرمی سے بات کی، کیا وجہ ہے؟ آپؐ نے جواب دیا: عائشہ! لوگوں میں سب سے برا وہ آدمی ہے جس کو لوگ اس کی بدگفتاری اور بدکلامی کی وجہ سے چھوڑ دیں۔**

آپ اپنا کام خود کرلیتے تھے

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنا کام اپنے ہاتھوں سے کرتے، آپ اپنے کپڑے خود صاف کرلیتے تھے۔ اپنے کپڑے سی لیتے تھے، ہدیہ قبول کرتے تھے اور دوسروں کو بھی ہدیہ دیتے تھے۔ (بخاری و ترمذی)

آپ نے کسی سے کوئی بدلہ نہیں لیا

(۱) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جارہا تھا اور آپ کے اوپر نجرانی چادر تھی تو ایک دیہاتی نے اس چادر کو زور سے کھینچا، میں نے دیکھا کہ آپ علیہ السلام کے کندھے مبارک پر نشان پڑ گئے تھے۔ دیہاتی نے کہا یارسول اللہ! آپ کے پاس جو مال ہے اس میں سے مجھے عنایت کریں۔ آپ نے اس دیہاتی کی طرف مڑ کر دیکھا اور مسکرایا، پھر اس کو مال دینے کے لیے صحابہ سے حکم فرمایا۔ (بخاری)

(۲) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک دن میں نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا: یارسول اللہ! کیا جنگ احد سے بھی زیادہ کبھی کوئی سخت دن آپ کو پیش آیا تھا؟ آپ نے فرمایا: اے عائشہ! میں نے تمہاری قوم کی طرف سے جو تکلیف اٹھائی وہ بیان سے باہر ہے۔ سب سے زیادہ تکلیف دہ دن یوم عقبہ تھا یعنی طائف کی طرف جس دن تبلیغ کرنے تشریف لے گئے وہ دن بہت سخت تھا۔ اس دن میں نے اپنے آپ کو ابن عبد یالیل کے سامنے پیش کرکے کچھ کہا مگر اس نے جواب نہ دیا، پھر وہاں سے انتہائی افسردگی کے ساتھ چل دیا، ابھی میرا غم دور بھی نہیں ہوپایا تھا کہ میں نے سر اوپر اُٹھایا، ایک بادل کو سایہ کرتے ہوئے دیکھا۔ اس میں جبرئیل تھے، انھوں نے کہا کہ بیشک اللہ نے سن لیا جو کچھ آپ نے طائف والوں سے کہا اور طائف کے لوگوں نے جو آپ کو جواب دیا وہ بھی اللہ نے سن لیا۔ ایسے موقع پر اللہ نے پہاڑ کے فرشتہ کو آپ کے پاس بھیجا تاکہ آپ کے حکم کے مطابق طائف والوں کو سزا دے، اس فرشتہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اگر آپ چاہیں تو ان طائف والوں کو دو پہاڑوں کے درمیان پیس کر رکھ دوں۔

طاقت کے باوجود معاف کردیتے تھے

(۱) حضرت علی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی تھا، اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کچھ قرض لے رکھے تھے، ایک دن یہودی نے آپ سے تقاضا کیا تو آپ نے فرمایا کہ اے یہودی اس وقت تو میرے پاس کچھ بھی نہیں ہے جو تمھیں دے سکوں، یہودی نے کہا میں اس وقت تک یہاں سے نہیں اُٹھوں گا جب تک آپ قرض ادا نہیں کریں گے۔ آپ نے فرمایا جب ایسی بات ہے تو میں تمہارے پاس بیٹھ ہی رہتا ہوں حتیٰ کہ آپ نے فجر، ظہر، عصر، مغرب اور عشاء پڑھ لی۔ ایک دن گزر گیا، دوسرے دن صحابہ نے اس یہودی کو زدوکوب کرنا چاہا تو آپ علیہ السلام نے فوراً منع فرمایا کہ اے میرے صحابہ! میرے رب نے مجھے کسی ذمہ وغیرہ پر ظلم کرنے سے سخت منع فرمایا ہے۔ (مشکوٰۃ)

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک یہودی عورت آپ کے پاس زہر آلود گوشت لے کر حاضر ہوئی تاکہ آپ اس میں سے کچھ تناول کریں، چنانچہ آپ کو معلوم ہوا کہ بکری کے گوشت میں زہر ملا ہوا ہے۔ آپ نے اس عورت کو بلایا اور پوچھا کہ تو نے ایسا کیوں کیا؟ عورت نے جواب دیا کہ میں آپ کو قتل کرنا چاہتی تھی۔ آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ چاہے تو ایسا نہیں ہوگا، صحابہ کرام نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا ہم اس عورت کو قتل نہ کردیں، آپ نے فرمایا: ہرگز نہیں۔ (احیاء العلوم، جلد۲، ص۸۲۳)

(۳) حضرت جابر رضی اللہ سے مروی ہے کہ خیبر کے دن حضور صلی اللہ علیہ وسلم بلال کے کپڑے میں صحابہ کے لیے چندہ اور سونا چاندی جمع کررہے تھے، ایک دیہاتی نے کہا کہ یارسول اللہ! انصاف کیجیے تو آپ نے فرمایا: اگر میں انصاف نہ کروں تو کون انصاف کرے گا۔ اس پر حضرت عمر فاروق کھڑے ہوگئے اور عرض کیا یارسول اللہ! میں اس منافق کی گردن نہ اڑادوں۔ آپ نے فرمایا: اللہ کی پناہ! ایسا مت کرو ورنہ لوگ کہیں گے محمد اپنے ساتھیوں کو اپنے ہاتھ قتل کرتے ہیں۔ (مسلم کتاب الزکوٰۃ)

(۴) عورتوں میں ہندنامی خاتون اسلام و رسول اللہ کی بڑی گستاخی کرتی تھی۔ حضور علیہ السلام کے پیارے چچا سیّدنا حمزہ رضی اللہ عنہ کے کلیجہ کو اس نے دانتوں سے چبایا تھا، پھر اس کا ہار بناکر گلے میں ڈال لیا تھا، مگر فتح مکہ کے دن آپ علیہ السلام نے اسے بالکل معاف کردیا۔ ہند نے کہا یارسول اللہ! آپ پچھلی باتوں کو معاف کردیں تو آپ نے فرمایا: اللہ آپ کو معاف فرمائے گا۔

آپ اپنی بڑائی بیان نہیں کرتے تھے

(۱) حضرت جریر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک آدمی حضور علیہ السلام کے سامنے آیا اور وہ کانپ رہا تھا۔ آپ نے اس آدمی سے فرمایا: تم آرام سے کھڑے ہوجاؤ اور اطمینان رکھو، تم کو ڈرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ میں ظالم بادشاہ نہیں ہوں۔ میں تو قریش کی ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو گوشت سکھا کر کھایا کرتی تھی۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بیمار کی عیادت کرتے، جنازے کے پیچھے چلتے، غلام و خادم کی دعوت قبول کرتے، گدھے پر سواری کرلیا کرتے، خیبر کے دن میں نے حضور صلی اللہ علیہ سلم کو دیکھا کہ آپ گھوڑے پر سوار ہیں جس کی لگام کھجور کے پوست کی تھی۔ (تفسیر تبیان القرآن، جلد۱۱)

(۳) حضرت ابن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے آقا علیہ السلام کو حج کے دوران سرخ اونٹنی پر سوار دیکھا اور جمرات میں کنکریاں مار رہے ہیں، نہ آپ کسی کو دھکا دے رہے تھے، نہ کسی کو سامنے سے ہٹنے کے لیے آواز دے رہے تھے۔ (احیاء العلوم)

(۳) حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ اگر کوئی آدمی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آدھی رات کے وقت بھی جو کی روٹی کھانے کے لیے بلاتا تو آپ چلے جاتے۔ (تبیان القرآن)

آپ کسی سائل کو واپس نہیں لوٹاتے تھے

(۱) ایک آدمی نے آپ سے کچھ مانگا تو آپ نے اس کو بہت زیادہ بکریاں دے دیں، وہ آدمی اپنی قوم کی طرف واپس ہوا تو کہنے لگا: اے لوگو! اسلام لے آؤ کیونکہ حضرت محمد مصطفیٰ اس قدر عطا کرتے ہیں کہ فاقے کا خوف نہیں رہتا۔ آپ سے جب بھی کوئی چیز مانگی گئی تو آپ نے 'نہ' نہیں فرمایا۔ (مسلم)

(۲) ایک شخص نے آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوکر آپ علیہ السلام سے سوال کیا کہ مجھے کچھ عنایت فرمائیں، آپ نے فرمایا کہ میرے پاس اس وقت کچھ نہیں ہے لیکن سنو تم میرے نام سے کسی سے قرض لے لو، جب میرے پاس کوئی چیز آئے گی تو ادا کردیا جائے گا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے عرض کیا یارسول اللہ! اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس بات کا مکلّف نہیں بنایا ہے جو آپ کے بس میں نہ ہو۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی اس بات کو ناپسند فرمایا۔ (احیاء العلوم)

(۳) حضرت سہل بیان کرتے ہیں کہ ایک عورت نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں چادر پیش کی۔ آپ نے اسے قبول فرمالیا۔ آپ نے اس چادر کو بطور تہبند باندھ لیا۔ (بخاری) ◻◻

وہ ماہِ تمام آیا

منشی ناظر حسین گل

اُجالا دن کا وہ مہرِ کامل وہ شب کا ماہِ تمام آیا
مٹا اندھیرا تمام عالم سے نورِ ربِّ دوام آیا

نورِشش جہت نورِ کامل، ضیا ہے ہرشے کو جس سے حاصل
جہاں میں مثل شہابِ ثاقب رسولِ رب السلام آیا

عفو و حلم و حیا کا پیکر وہ مہر و جود سخا کا مرکز
خزانے رحمت کے ساتھ لیکر وہ مرسلوں کا امام آیا

ملا جہاں کو شعورِ کامل ہوا دلوں کو سرور حاصل
کہ جب حقیقت کے میکدہ سے لیے بصیرت کا جام آیا

وہ مونسِ کل ربیع عالم انیسِ امت شفیعِ محشر
وہ صاحبِ عزوجاہ وعظمت بشرف وصد احترام آیا

کھلا جو گلؔ کے عمل کا دفتر اٹھی نگاہِ شفیعِ محشر
ادھر رحیمی کو جوش آیا ادھر فضلِ سلام آیا

انوکھا فیصلہ

پینتیس برس کی عمر میں خانۂ کعبہ میں حجر اسود نصب کرنے والا واقعہ پیش آیا جس نے آپ کی عدل نوازی، فراست اور مصالحت کیشی پر مہر تصدق ثبت کردی۔ کعبہ کی عمارت چونکہ نشیب میں تھی اس لیے برسات میں شہر کا پانی صحن حرم میں بھرآتا تھا۔ اس کی روک کے لیے ایک بند بنوادیا گیا تھا مگر وہ ٹوٹ ٹوٹ جاتا تھا اور عمارت کو بار بار نقصان پہنچتا تھا۔ آخر کو یہ طے پایا کہ پرانی عمارت گراکر از سرِنو تعمیر کی جائے۔ عمارت کے بنانے میں تو سبھی قبائل نے مل کر شرکت کی لیکن جب حجرِ اسود کو نصب کرنے کا وقت آیا تو سخت اختلاف پیدا ہوا۔ ہر شخص چاہتا تھا کہ یہ خدمت اسی کے ہاتھوں انجام پائے۔ بات بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچی کی تلواریں کھنچ گئیں۔ عرب میں دستور تھا کہ جب کوئی شخص جان دینے کی قسم کھاتا تھا تو پیالہ میں خون بھر کر اس میں انگلیاں ڈبوتا تھا۔ چنانچہ بعض پر جوش لوگوں نے یہ رسم بھی ادا کرلی۔ چار دن تک برابر یہی صورت رہی۔ پانچویں دن ابوامیہ بن مغیرہ نے جو قریش میں سب سے زیادہ معمر تھا، رائے دی کہ کل صبح جو شخص سب سے پہلے حرم میں آئے اسی کو حکم مقرر کردیا جائے۔ سب نے یہ رائے مان لی۔ دوسرے دن قبائل کے تمام معزز آدمی موقع پر پہنچ گئے۔ اب اتفاق کہیے یا قدرت خداوندی کا کرشمہ کہ سب سے پہلے جو نظر آئے وہ آنحضرت صلعم ہی تھے۔ آپ کو دیکھنا تھا کہ لوگ خوش ہوکر پکار اٹھے۔ ہذا الامین رضیناہ (امین آگیا، ہم سب اس کے فیصلے پر متفق ہیں) آنحضرت چاہتے تو یہ شرف تنہا خود حاصل کرلیتے۔ مگر آپ نے اسے پسند نہ فرمایا۔ آپ نے ایک چادر بچھائی اور اس پر حجرِ اسود کو اپنے ہاتھ سے رکھ دیا۔ پھر تمام دعویدار قبیلوں کے سرداروں سے کہا کہ وہ چادر کو پکڑ کر اٹھائیں۔ اسی طرح پتھر کو وہاں تک لایا گیا جہاں اسے نصب کرنا تھا۔ جب چادر موقع کے برابر آگئی تو آپ نے حجرِ اسود کو اٹھا کر نصب فرمادیا۔ آپ کے حسن تدبیر سے ایک خونخوار جنگ اتنی آسانی سے ٹل گئی۔ (مقالات سیرت ص۵۶-۵۷، آصف قدوائی)

تمام مخلوقات کے محسن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم
جو سراپا رحمت و رأفت تھے

تحریر: مولانا ندیم الواجدی، دیوبند

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سب سے مقرب ومکرم بندے اور اس کے رسول ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو بہت سی خصوصیات سے نوازا جن میں ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپؐ کی بعثت عام ہے، دنیا کے ہر ملک، ہر قوم، ہر علاقے کے لیے، آپؐ کی نبوت کا دائرہ وسیع ہے۔ آپؐ سے پہلے جتنے انبیائے کرام تشریف لائے وہ خاص ملکوں اور خاص قوموں کی طرف مبعوث ہوئے، قرآن کریم نے بہت سے انبیائے کرام کے تذکرہ کے ضمن میں ان کے مخاطب اقوام کا ذکر بھی کیا ہے۔ مثال کے طور پر حضرت ابراہیم، حضرت لوط، حضرت شعیب، حضرت نوح، حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام کی قوموں کا ذکر کرتے ہوئے بتلایا گیا کہ ان انبیائے کرام کو ان کی قوموں کی طرف بھیجا گیا، ان میں سے بہت سی قوموں کو ان کی سرکشی کی وجہ سے تباہ وبرباد بھی کیا گیا، بہت سوں کے تو نشانات ہی صفحۂ ہستی سے نیست ونابود ہوگئے اور بہت سی اقوام کی بستیاں آج بھی مرقع عبرت بنی ہوئی ہیں۔ اس کے برعکس سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو پوری دنیائے انسانیت کا پیغمبر بنا کر بھیجا گیا اور قرآن کریم کے ذریعے آپؐ کی زبانِ مبارک سے یہ اعلان کیا گیا: ''آپ کہہ دیجیے کہ اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' (الاعراف: ۱۵۸) ایک جگہ فرمایا: ''ہم نے آپ کو تمام انسانوں کے لیے بشیر ونذیر بنا کر بھیجا ہے۔'' (سبا: ۲۸)

آپؐ کی دوسری اہم ترین خصوصیت یہ ہے کہ آپؐ کی تعلیمات، آپؐ کی لائی ہوئی شریعت اور آپؐ کے ذریعے لایا ہوا دین آخری بھی ہے، ابدی اور آفاقی بھی۔ آخری تو اس طرح کہ آپؐ کو خاتم النّبیین بنا کر نبوت کا سلسلہ ختم کردیا گیا، جیسا کہ ارشاد ہے: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن اللہ کے رسول اور آخری پیغمبر ہیں۔'' (آل عمران: ۵۵) اللہ نے خود آپؐ کی لائی ہوئی شریعت کی حفاظت کا وعدہ کیا ہے: ''ہم ہی نے یہ قرآن نازل کیا ہے اور ہم ہی اس کی حفاظت کرنے والے ہیں۔'' (الحجر: ۹) اس طرح ہم بلاخوف وتردید یہ بات کہہ سکتے ہیں کہ اسلام ایک آفاقی اور ابدی دین ہے اور یہ کبھی ختم ہونے والا نہیں ہے، جبکہ بہت سی شریعتیں اور دین ختم ہوچکے ہیں اور روئے زمین پر اب ان کا کوئی وجود نہیں ہے یا کئی ایسی شریعتیں موجود ہیں جن میں بہت کچھ تحریفات اور تغیرات بھی ہوچکے ہیں۔ اب ان کے بارے میں یہ دعویٰ نہیں کیا جاسکتا کہ یہ وہی شریعتیں ہیں جو کسی زمانے میں اللہ نے اپنے پیغمبروں پر نازل کی تھیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیسری اہم خصوصیت یہ ہے کہ آپ پوری کائنات کے لیے تمام جہانوں کے لیے دنیائے انسانیت کے لیے سراپا رحمت ہیں، قرآن کریم میں ارشاد ہے: ''آپ کو ہم نے دنیا جہاں کے لوگوں کے لیے رحمت بنا کر بھیجا ہے۔'' (الانبیاء: ۱۰۷) آپؐ کی ذات مکمل رحمت ہے، نہ صرف اس زمانے کے لیے جس میں آپؐ مبعوث ہوئے، نہ صرف ان لوگوں کے لیے جن کو آپؐ نے پہلی مرتبہ دعوت پیش کی بلکہ ہر زمانے کے لیے اور ہر زمانے کے لوگوں کے لیے آپؐ کی ذات سراپا رحمت ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ خصوصیت آپؐ کی شخصیت کے ہر پہلو میں بہ تمام وکمال موجود ہے۔ آپؐ اپنی گھریلو زندگی میں گھر سے باہر کے معاملات میں، اپنوں اور غیروں کے ساتھ، بڑوں اور بچوں کے ساتھ ایک ناصح، مشفق اور ہمدرد و غمگسار کی حیثیت سے نمایاں نظر آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو رحمت ورأفت سے معمور دل عطا فرمایا تھا جو کمزوروں کے لیے تڑپ اٹھتا تھا، جو مسکینوں اور یتیموں کی حالت زار پر غم سے بھر جاتا تھا۔ سارے جہاں کا درد آپ کے دل میں سمٹ آیا تھا، یہاں تک کہ رحمت کا وصف آپ کی طبیعت ثانیہ بن گیا تھا، کیا چھوٹا کیا بڑا، کیا اپنا کیا پرایا، کیا مسلمان کیا کافر سب آپ کے بے پایاں الطاف رحم وکرم سے بہرہ ور رہا کرتے تھے۔

روایات میں ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اُبی ابن خلف کے علاوہ اپنے ہاتھوں سے کسی کو قتل نہیں کیا۔ علامہ ابن تیمیہ نے لکھا ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اگرچہ نہایت بہادر انسان تھے مگر بہت زیادہ رحمدل بھی تھے۔ آپؐ نے اُحد کے دن اُبی ابن خلف کے علاوہ کسی کو قتل نہیں کیا، نہ اس سے پہلے اور نہ اس کے بعد، شاید اس بدبخت کے لیے نبی کے ہاتھوں قتل ہونا مقدر تھا، وہ تھا ہی اسلام اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کا شدید ترین دشمن۔ اس کی دشمنی کی سزا اسے اس طرح ملی کہ اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں کیفر کردار کو پہنچا۔ (منہاج السنہ: ۸/۵۷) روایات میں ہے کہ جو شخص نبی کے ہاتھوں قتل ہوا وہ اللہ کے شدید ترین غیض وغضب کا مستحق ٹھہرا اور وہ شخص بھی اللہ کے شدید ترین غضب کا مستحق ہے جس نے اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کو لہولہان کیا۔ (صحیح البخاری: ۱۲/۴۷۶، رقم الحدیث: ۳۷۶۸)

بچوں پر آپؐ کی شفقت کا نظارہ قابل دید تھا۔ مدینہ منورہ کی گلیوں میں کوئی بچہ آپ کو کھیلتا کودتا نظر آتا تو وہ فرطِ محبت سے اس کو لپٹا لیا کرتے تھے۔ اس کو بوسہ دیتے، اس کے ساتھ کھیلتے، اس کے ساتھ ہنسی مذاق کرتے۔ ایک مرتبہ آپؐ اپنے نواسے حضرت حسنؓ کو پیار کررہے تھے، ایک دیہاتی کو یہ منظر دیکھ کر بڑی حیرت ہوئی، کہنے لگا کہ کیا آپؐ اپنے بچوں کو پیار کرتے ہیں۔ ہم تو نہیں کرتے۔ آپؐ نے ارشاد فرمایا: کیا اللہ نے تیرے دل سے رحمت کا جذبہ ختم کردیا ہے؟ ایک مرتبہ آپؐ امامہ بنت زینب کو اُٹھائے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے، جب آپ سجدہ میں تشریف لے جاتے تو امامہ کو زمین پر بٹھا دیتے اور کھڑے ہوتے تو انھیں گود میں اُٹھا لیتے۔ ایک مرتبہ نماز کے دوران بچے کے رونے کی آواز سنی تو آپ نے نماز جلدی جلدی پڑھا کر مختصر کردی تا کہ بچے اور اس کی ماں کو تکلیف نہ ہو۔ حضرت ابوقتادہؓ روایت کرتے ہیں کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میں نماز کی نیت باندھ کر لمبی قرأت کرنا چاہتا ہوں کہ اچانک بچے کے رونے کی آواز سن کر مختصر کردیتا ہوں تا کہ اس کی ماں کو پریشانی نہ ہو۔ (بخاری: ۳/۱۲۶، رقم الحدیث: ۶۶۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم بچوں کو فرطِ محبت سے گود میں لے لیا کرتے تھے، کبھی بچے کپڑے بھی خراب کردیتے لیکن آپؐ کو ناگواری نہ ہوتی۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا روایت کرتی ہیں کہ ایک مرتبہ ایک بچہ آپؐ کی خدمت اقدس میں لایا گیا۔ اس نے آپؐ کے کپڑوں پر پیشاب کردیا۔ آپؐ نے پانی منگوا کر کپڑے پاک کیے اور اس بچے کو پھر گود میں اُٹھا لیا۔ (صحیح البخاری: ۱/۱۹۱، رقم الحدیث: ۱۲۷)

بشریت کے تقاضے کی بنا پر آپؐ بھی رنج وغم کی کیفیات سے گزرتے تھے اور فرطِ غم سے آپؐ کی آنکھیں بھی چھلک اُٹھتی تھیں۔ آپؐ کے صاحبزادے حضرت ابراہیم کی وفات ہوئی تو آپ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہوگئے۔ سعد بن عبادہؓ نے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ رو رہے ہیں؟ فرمایا یہ وہ رحمت ہے جو اللہ نے اپنے بندوں کے دلوں میں پیدا فرمادی ہے۔ اللہ اپنے ان بندوں پر رحم کرتا ہے جن کے دلوں میں رحم ہوتا ہے۔ (صحیح البخاری: ۵/۳۱، رقم الحدیث: ۱۲۰۴)

عورتیں فطرتاً کمزور ہوتی ہیں۔ آپؐ نے بار بار صحابہ کرام کو تلقین فرمائی کہ وہ عورتوں کے ساتھ نرمی کا معاملہ کریں، ان کی دل جوئی کریں، ان کی طرف سے پیش آنے والی ناگوار باتوں پر صبر وتحمل کا مظاہرہ کریں۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: خبردار! عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کرو اس لیے کہ یہ عورتیں تمہاری قید میں ہیں، تم ان پر بجز صحبت کے کچھ اختیار نہیں رکھتے، اِلا یہ کہ وہ کھلی بے شرمی کا مظاہرہ کریں۔ فانماھن عوان عندکم لیس تملکون منھن شیئا غیر ذالک الا ان یاتین بفاحشة مبینة. (سنن ترمذی: ۴/۳۹۱، رقم الحدیث: ۱۰۸۳)

ایک مرتبہ لڑکیوں کی تعلیم وتربیت کے باب میں ارشاد فرمایا: جس شخص نے کسی لڑکی کی سرپرستی کی اور اس کی اچھی تربیت کی تو یہ لڑکی قیامت کے دن اس کے لیے دوزخ کی آگ سے رکاوٹ بن جائے گی۔ (صحیح البخاری: ۱۸/۴۰۱، رقم الحدیث: ۵۵۳۶) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود اپنے طرزِ عمل سے صحابہ کرام کے سامنے خواتین کے ساتھ حسن سلوک کی اعلیٰ مثالیں قائم کی ہیں۔ ایک مرتبہ امّ المومنین حضرت صفیہ اونٹنی پر سوار ہونے لگیں تو آپؐ سواری کے پاس بیٹھ گئے۔ حضرت صفیہؓ آپ کے گھٹنوں کے اوپر پاؤں رکھ کر اونٹنی پر سوار ہوئیں۔ آپ کی لختِ جگر حضرت فاطمہ تشریف لاتیں تو آپ فرطِ محبت سے ان کا ہاتھ تھام لیتے۔ ان کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے اور انھیں اپنے ساتھ بٹھاتے۔ آپؐ نے مرد وزن میں فطری مساوات قائم فرمائی۔ مردوں کے ساتھ ساتھ عورتوں کو بھی حصولِ علم کی ترغیب دی اور ان کے لیے بھی تعلیم کو لازمی قرار دیا۔ طلب العلم فریضة علی کل مسلم (ابن ماجہ: ۱/۲۶۰، رقم الحدیث: ۲۲۰) علم حاصل کرنا ہر مسلمان مرد کے لیے فرض ہے۔ اس حدیث میں 'رجل مسلم' نہیں فرمایا بلکہ صرف مسلم فرمایا جو مرد و عورت دونوں کو شامل ہے۔ دورِ نبوت میں جس طرح مردوں کو یہ شوق تھا کہ وہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات عالیہ سے مستفید ہوں اسی طرح عورتوں کو بھی یہ شوق دامن گیر رہتا تھا۔ ایک مرتبہ خواتین نے اجتماعی طور پر حاضر ہوکر عرض کیا کہ مردوں کو آپ سے استفادے کا خوب موقع ملتا ہے، ہم عورتیں محروم رہ جاتی ہیں۔ آپؐ ہمارے لیے کوئی خاص دن متعین فرما دیجیے۔ آپؐ نے ان کی درخواست قبول فرمائی اور ان کے لیے ایک دن متعین فرما دیا۔ اس دن آپؐ خواتین کے اجتماع میں تشریف لے جاتے اور ان کو وعظ ونصیحت فرماتے۔ عرب معاشرے میں عورتیں ہر طرح کے حقوق سے محروم تھیں۔ شوہر کے بعد وہ اپنے جائز حق وراثت سے بھی محروم رہ جاتی تھیں۔ اسلام نے عورت کو باپ، شوہر بیٹے اور دوسرے عزیزوں کے مال میں اسی طرح وارث بنایا جس طرح مرد وارث ہوتے ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم کے اس حکم کے مطابق عورت کے حق وراثت کو معاشرے میں رائج کرکے پرانے رواج کا خاتمہ فرمادیا۔ عورتوں کے لیے حق نکاح، خلع (حصول طلاق کا حق)، حق مہر، یہ سب وہ چیزیں ہیں جو ثابت کرتی ہیں کہ پیغمبر اسلام کے دل میں عورتوں کے لیے کتنی ہمدردی اور کس قدر احترام تھا۔ اسلام سے پہلے بیوہ کو نکاح ثانی کی اجازت نہ تھی، آپؐ نے بیوہ عورتوں کو نکاح کی اجازت دی۔ نہ صرف اجازت دی بلکہ صحابہ کرام کو بیوہ عورتوں کے ساتھ نکاح کرنے کی تلقین بھی فرمائی تا کہ وہ شوہر کے وفات کے بعد بے سہارا نہ رہ جائیں۔ آپ نے خود بھی ایک کے علاوہ جتنے نکاح کیے وہ سب بیوہ خواتین سے کیے۔ پہلا ہی نکاح حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ سے کیا جو بیوہ بھی تھیں اور عمر میں آپ سے پندرہ سال بڑی تھیں۔

آپؐ کو خادموں اور نوکروں کا بھی بڑا خیال تھا۔ ان کی بے کسی اور بے بسی کے خیال ہی سے آپ کا دل تڑپ اٹھتا تھا۔ آپؐ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ جاہلی معاشرے میں کس طرح ان کو ظلم وستم کا نشانہ بنایا جاتا تھا اور کس طرح ان کے حقوق سلب کیے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا: یہ خادم تمہارے بھائی ہیں، انھیں اللہ نے تمہارا ماتحت بنادیا ہے۔ اگر کسی کا بھائی اس کا ماتحت بن جائے تو اسے اپنے کھانے میں سے کھلائے، اس کو ایسا لباس پہنائے جیسا وہ خود پہنتا ہے۔ اس کی طاقت وہمت سے زیادہ کام نہ لے۔ اگر کوئی سخت کام لے تو اس کے ساتھ تعاون بھی کرے۔'' (صحیح مسلم: ۸/۴۷۹، رقم الحدیث: ۳۱۳۹) ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: اگر تمہارا خادم تمہارے لیے کھانا بنا کر لائے تو اسے اپنے ساتھ بٹھا کر کھلاؤ یا اس کھانے میں سے اسے کچھ دے دو اس لیے کہ آگ کی تپش اور دھویں کی تکلیف تو اس نے برداشت کی ہے۔ (ابن ماجہ: ۱۰/۱۶، رقم الحدیث: ۳۲۸۲)

یتیموں کے لیے بھی آپؐ کے دل میں بڑی ہمدردی تھی، اس لیے آپؐ صحابہ کرامؓ کو یتیموں کی کفالت کرنے پر اکسایا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا دونوں جنت میں اس طرح ہوں گے۔ آپ نے قربت بیان کرنے کے لیے بیچ کی انگلی اور انگشت شہادت سے اشارہ فرمایا۔ (موطا امام مالک: ۶/۸، رقم الحدیث: ۱۴۹۲) آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ بیواؤں، یتیموں اور غریبوں کی مدد کرنے والا ایسا ہے جیسے راہِ خدا میں جہاد کرنے والا۔ دن بھر روزے رکھنے والا اور رات بھر عبادت کرنے والا۔ ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: هل تنصرون و ترزقون الا بضعفائكم. (صحیح البخاری: ۱۰/۲۵، رقم الحدیث: ۲۶۸۱) تمھیں اپنے کمزوروں کے طفیل سے رزق دیا جاتا ہے اور تمہاری مدد کی جاتی ہے۔

آپؐ کی رحمت و رأفت کا دائرہ صرف انسانوں تک محدود نہ تھا بلکہ بے (باقی صفحہ ۱۴ پر)

آپؐ کو خادموں اور نوکروں کا بھی بڑا خیال تھا۔ ان کی بے سی اور بے بسی کے خیال ہی سے آپ کا دل تڑپ اٹھتا تھا۔ آپؐ نے اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا کہ جاہلی معاشرے میں کس طرح ان کو ظلم و ستم کا نشانہ بنایا جاتا تھا اور کس طرح ان کے حقوق سلب کیے جاتے تھے۔ ایک مرتبہ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا: یہ خادم تمہارے بھائی ہیں، انہیں اللہ نے تمہارا ماتحت بنادیا ہے۔ اگر کسی کا بھائی اس کا ماتحت بن جائے تو اسے اپنے کھانے میں سے کھلائے، اس کو ایسا لباس پہنائے جیسا وہ خود پہنتا ہے۔ اس کی طاقت و ہمت سے زیادہ کام نہ لے۔ اگر کوئی سخت کام لے تو اس کے ساتھ تعاون بھی کرے۔''

نسبتِ سلطانِ مدینہ

باسطؔ بھوپالی

اے صلِ علیٰ نسبتِ سلطانِ مدینہ — شاہوں سے بھی افضل ہیں گدایانِ مدینہ
رضوان ہر اک صاحبِ ایمانِ مدینہ — فردوس ہے اک گوشۂ دامانِ مدینہ
اے ذوقِ رسا فکرِ ثنا خوانِ مدینہ — ہر لفظ ہو شائستۂ عنوانِ مدینہ
کیا حسنِ دو عالم کی بہاروں کو وہ دیکھے — جس آنکھ نے دیکھا ہے گلستانِ مدینہ
آغوشِ محبت میں لیا روضۂ اطہر — ہر ذرۂ عالم پہ ہے احسانِ مدینہ
وہ خاک کہ اکسیر جسے کہتی ہے دنیا — ہے خاکِ کفِ پائے گدایانِ مدینہ

اس راہ میں صدقہ ہو اگر جان بھی باسطؔ
مہنگا نہیں سودائے گلستانِ مدینہ

جمالِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم

ظہیر احمد ظہیرؔ

رنگینیٔ خیال، محمدؐ کی ذات ہے — دنیائے پر جمال محمدؐ کی ذات ہے
نازاں ہے جس پہ چاند ستاروں کی سرزمیں — وہ صاحبِ جمال محمدؐ کی ذات ہے
ظلمت کدوں میں مطلعِ انوار جو ہوئی — وہ نور بے مثال محمدؐ کی ذات ہے
ملتی ہے جس سے فکر و تصور کو روشنی — وہ منبعِ جمال محمدؐ کی ذات ہے
تقدیسِ انبیاء ہے شریعت رسولؐ کی — اِک مرکزِ خیال محمدؐ کی ذات ہے
ہیبت سے جس کی قیصر وکسریٰ لرز اُٹھے — وہ شانِ پر خیال محمدؐ کی ذات ہے

کرتی ہے جو دلوں کو عطا روشنی ظہیرؔ
وہ اسم باکمال محمدؐ کی ذات ہے

سیرتِ رسولؐ کے چار اہم پہلو اور عصری تقاضے

تحریر: صاحبزادہ محمد امانت رسول

دورِ حاضر میں سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے چار پہلو مسلمانوں کے لیے بہت ہی اہمیت کے حامل ہیں: (۱) مثبت سوچ اور رویہ (۲) ردّعمل نہیں عمل (۳) تصادم سے گریز اور (۴) اجتماعی نظام۔

(۱) مثبت سوچ اور رویہ:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف جتنی بھی سازشیں کی گئیں، راستے میں کانٹے بچھائے گئے، اونٹ کی اوجھڑی ڈالی گئی، پتھر برسائے گائے، کوڑا اڈالا گیا اور آپؐ سے زبانی بدکلامی کی گئی لیکن آپؐ نے کبھی معاشرے کی بہتری اور فلاح کو ترک نہیں کیا حتیٰ کہ اپنے رفقا کو، بددعا سے بھی منع فرمایا۔ کفار و مشرکین اور منافقین نے آپؐ کو تکلیف دینے کا ہر طریقہ اختیار کیا لیکن آپؐ نے کبھی ان سے انتقام کا راستہ اختیار نہ کیا۔ درحقیقت مشکلاتِ زندگی ایک صالح انسان کو اسے اپنے مقصد سے ہٹانے کے لیے آتی ہیں لیکن مثبت لوگ ہمیشہ اس سوچ، رویے اور کارروائی سے باز رہتے ہیں جو انھیں اپنی منزل سے دور کردے۔ میں یہاں شب ہجرت کا ذکر ضرور کروں گا جب کفار و مشرکین نے آپؐ کے قتل کا فیصلہ کرلیا تو آپؐ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بلا کر فرمایا: ''میرے ذمہ بہت سی امانتیں ہیں، تم میری جگہ سو جاؤ اور امانتیں ادا کر کے مدینہ پہنچ جانا۔''

اندازہ کیجیے! مخالفت کے باوجود ان لوگوں کو آپؐ کی صداقت پہ کتنا بھروسہ تھا کہ اپنی امانتیں آپؐ کے پاس رکھواتے۔ مثبت عمل کا نتیجہ ہمیشہ اچھا ہی ہوتا ہے۔ دشمنیوں اور عداوتوں کے باوجود آپؐ نے اپنے دشمنوں کا بھلا ہی سوچا۔ انھیں دنیا میں نقصان نہ پہنچایا اور ہمیشہ ان کے لیے ایمان کی دعا فرمائی۔

(۲) ردّعمل نہیں عمل:

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت ہمیں بتاتی ہے کہ زندگی کی بنیاد عمل پر رکھنی چاہیے۔ ردّعمل کی سوچ اجتماعی عمل کو بانجھ کردیتی ہے۔ قوم ردّعمل کے لیے کسی بڑے حادثے کا انتظار کرتی ہے۔ جب کوئی حادثہ ہوا، قوم اٹھتی اور ردّعمل ظاہر کرنے کے بعد پھر سو جاتی ہے، اسے اس خوابِ غفلت سے پھر کوئی حادثہ ہی اُٹھا سکتا ہے۔ ردّعمل کا رویہ قوم کے اعصاب و ارادے کو شل کر کے رکھ دیتا ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ایک الٰہی پروگرام کے مطابق احسن طریقے سے اپنے مقصد کی طرف بڑھتے رہے، آپ عمل کرتے رہے، جبکہ مخالفین ردّعمل کرتے رہے۔ آپؐ نے قرآن مجید سنایا، انھوں نے ردّعمل میں شاعری کا الزام لگایا، آپؐ نے توحید کی تعلیم دی، انھوں نے شرکت کا پرچار کیا، آپؐ نے اسلام کی دعوت دی، کفار نے دعوت کا انکار کیا، مسلمانوں نے ہجرت کی، انھوں نے تعاقب کیا، مسلمانوں نے سرعام تلاوت کی، کفار نے اذیت دی، آپؐ نے معاہدات کیے، انھوں نے معاہدہ شکنی کی، اسلام پھیلتا رہا وہ روکنے کی کوشش میں لگے رہے۔ پیغمبر خدا اور مسلمان عمل میں رہے، کفار و مشرکین ردّعمل میں رہے۔ وقت نے ثابت کردیا کہ جیت عمل کرنے والوں کی ہوتی ہے۔ ردّعمل کرنے والے ناکام ہوتے ہیں کیونکہ ان کو بیدار رکھنے کے لیے ہمیشہ ایمرجنسی حالات کی ضرورت ہے اور ایسے حالات ہمیشہ نہیں رہتے۔ آپؐ نے مسلمانوں کی خفیہ صلاحیتوں کو جگایا، انھیں ایک باعمل انسان بنایا، انھیں وہ سوچ دی جو عمل پر مبنی تھی۔ اس حوالے سے کثیر واقعات ہماری رہنمائی کرتے ہیں۔ کسی کافر، منافق یا مشرک نے آپؐ کی شان میں گستاخی کی، صحابہ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا ہمیں حکم دیجیے! ہم اس گستاخ کا سر تن سے جدا کردیں لیکن آپؐ نے منع فرمایا اور معاف کرنے کو ترجیح دی، چونکہ یہ ردّعمل کا نتیجہ تھا اس لیے آپؐ نے اس سے منع فرمایا اور ہمیں تعلیم دی کہ ناقابل برداشت حالات میں ردّعمل نہیں۔ عمل کی بنیاد پہ سوچو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہارے عمل کو عارضی غصہ، وقتی کیفیت اور جذباتی حالت ختم کردے، تم اپنی طاقت و صلاحیت کو عمل کے لیے جوڑ کر رکھو، یہ دنیوی اور اخروی ترقی کے لیے ذریعہ بنے گی۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ دورانِ جنگ ایک کافر سپہ سالار کے سینے پہ قتل کرنے کے لیے چڑھ بیٹھے، اس نے فوراً تھوک دیا۔ آپؐ اسی وقت اس کے سینے سے اُٹھ گئے۔ اس نے کہا میں خدا کا دشمن ہوں اور میں نے آپؐ کی شان میں بھی گستاخی کی، آپؐ مجھے قتل کردیتے لیکن آپؐ اُٹھ کھڑے ہوئے۔ آپؐ نے فرمایا میں اس لیے اُٹھ کھڑا ہوا کہ میری دشمنی کی وجہ یہ ہے کہ تو دشمن خدا ہے لیکن جب تو نے تھوکا تو میری ذاتی عداوت بھی اس میں شامل ہوگئی ہے۔ یہ واقعہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے حوالے سے ہے لیکن اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ پہلو بھی اجاگر ہوتا ہے کہ آپؐ نے صحابہ کی تعلیم و تربیت کیسی کی تھی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں عمل کرنا سکھایا تھا۔ امت مسلمہ کو سیرت سے یہی سبق حاصل کرنا ہے کہ بین الاقوامی معاملات ہوں یا ملکی، سیاسی ہوں یا مذہبی، ردّعمل کی پالیسی اختیار نہیں کرنی اور نہ ہی اپنی سوچ اور رویے کو اس کے تابع کرنا ہے۔ بس ہمیں عمل کیے جانا ہے کیونکہ عمل میں Originality ہے، ردّعمل اشتعال و برانگیختگی کا نام ہے، اس کا نتیجہ سوائے ضیاع وقت و صلاحیت کے اور کچھ نہیں ہے۔

> **حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے لوگوں کی اخلاقی اقدار کی بنیاد پر اصلاح کا کام کیا، اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ ایک ایسے معاشرے میں رہتے ہیں جہاں کرپشن، بدعنوانی، جھوٹ، فریب، فحاشی و عیاشی، حق تلفی، ظلم و زیادتی، رشوت ستانی اور ذخیرہ اندوزی جیسی برائیاں ہیں۔**

(۳) تصادم سے گریز:

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ٹکراؤ اور تصادم سے احتراز کیا۔ مکی زندگی ہو یا مدنی زندگی آپؐ نے بلاتفریق سب سے صلح جوئی کا راستہ اختیار کیا۔ مخالف فریق کی شرائط کو تسلیم کیا، اگرچہ وہ خود آپؐ کے اور آپؐ کے صحابہ کے خلاف تھیں، آپؐ نے اس حد تک جا کر بھی یہ بتادیا کہ میں کسی قیمت میں تصادم نہیں چاہتا۔ صلح حدیبیہ کے موقع پر جو شرائط لکھی گئیں وہ بظاہر مسلمانوں کے مفاد کے خلاف تھیں لیکن اللہ تعالیٰ نے اسی سے 'خیر' پیدا فرمادیا۔ آپ نے ہمیشہ امن و سلامتی کی تمنا فرمائی۔ جہاں تک جنگوں کا سوال ہے وہ بھی مسلمانوں پر مسلط کی گئیں، جب کفار و مشرکین نے مسلمانوں کو صفحۂ ہستی سے مٹانے کا ارادہ کرلیا تو مسلمانوں کو جنگ کی اجازت دی گئی۔ رب تعالیٰ کی طرف سے مدنی دور میں جنگ کی اجازت دینا اس بات کا ثبوت ہے کہ یہ اجازت دشمن کی جنگی تیاریوں اور ان کی طرف سے ہونے والے مذہبی جبر کے باعث دی گئی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیشہ اللہ تعالیٰ سے عافیت کا سوال کیا اور اسی بات کی تلقین فرمائی۔ فتح مکہ کے دن جب کسی نے اسے جنگ و سزا کا دن قرار دیا تو آپؐ نے فرمایا: نہیں، یہ رحمت کا دن ہے۔ حالانکہ فتح مکہ کے روز کفار آپ کے سامنے محکوم کی حیثیت رکھتے تھے لیکن آپؐ نے اس دن بھی ٹکراؤ سے پرہیز کیا بلکہ سب کو معاف فرمادیا۔ مسلمان کسی حالت میں بھی ہو اسے ہر طرح جانی، مالی نقصان سے خود کو بچانا ہے، اپنے آپ کو خوہ مخواہ مشکل و امتحان میں ڈالنا اللہ اور رسول کو پسند نہیں ہے اس لیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دو راستوں کا اختیار ہوتا تو آپؐ دونوں میں سے وہ راستہ اختیار فرماتے جو سب سے زیادہ آسان ہوتا۔ آپؐ نے یہی فرمایا: ''آسانیاں پیدا کرو، تنگی پیدا نہ کرو۔ بشارت دو متنفر نہ کرو۔'' ممکنہ حد تک غیر مسلم اقوام سے تصادم سے بچنا یہ سیرتِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم ہے، تصادم سے پرہیز ہی دعوتِ اسلام کے امکانات کو بڑھاتا ہے، ٹکراؤ سے بچنا ہی غیروں کے دلوں میں مقام بنانے کا سبب ہے، اسلام محبت سے پھیلا اور اب بھی پھیلے گا۔

(۴) اجتماعی نظام:

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ و مدینہ کے اجتماعی نظام کو یکلخت نہیں بدلا۔ آپؐ نے ایک ہی وقت میں سب محاذ نہیں کھولے، آپؐ نے مکہ میں لوگوں کو توحید کی دعوت دی، انھیں خدا کی طرف بلایا، جو رویے بنیادی حقوق کے خلاف تھے، ان کی نشاندہی فرمائی اور چند افراد ایسے تیار فرمائے جو بنیادی حقوق کا خیال رکھنے والے اور غیر انسانی رویوں سے پاک تھے۔ آپؐ نے ان کے سیاسی نظام کو جو قبائلی نظام پہ مشتمل تھا، اسے غیر اسلامی قرار نہیں دیا کیونکہ اس نظام میں خوبیاں بھی تھیں۔ اس نے لوگوں کو آپس میں باندھ کر رکھا تھا، اس نظام میں سردار و قبیلہ کا تصور تھا، لوگ بڑوں کے فیصلے کو سنتے اور مانتے تھے۔ وہ قوم صحرا اور ریگستان کے ماحول میں پرورش پاتی اور جوان ہوتی، ان کی عادت و خصائل میں وہی وسعت و جفاکشی موجود تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی صلاحیت کو اسلام کے لیے استعمال فرمایا۔ ایسا طریقۂ کار اختیار نہ فرمایا اور نہ اپنے ماننے والوں کو اختیار کرنے دیا جو اجتماعی نظام کے خلاف ہو اور جس سے کچھ کرنے کے مواقع کم اور خواہ مخواہ کے مسائل پیدا ہونے کے امکانات زیادہ ہوں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے لوگوں کی اخلاقی اقدار کی بنیاد پر اصلاح کا کام کیا، اس بات کو یوں بھی سمجھا جاسکتا ہے کہ آپ ایک ایسے معاشرے میں رہتے ہیں جہاں کرپشن، بدعنوانی، جھوٹ، فریب، فحاشی و عیاشی، حق تلفی، ظلم و زیادتی، رشوت ستانی اور ذخیرہ اندوزی جیسی برائیاں ہیں۔ لوگ معاملات میں کمزور ہیں، لوگوں کی فقط اخلاقی حالت ہی نہیں بلکہ علمی و فکری صلاحیت بھی زنگ آلود ہوچکی ہے، جہاں لوگوں کے کردار کا یہ عالم ہو تو سب سے پہلے ایک مفکر، مصلح یا انقلابی شخصیت کو کیا کرنا چاہیے؟ واضح بات ہے ہر شخص یہی کہے گا کہ اسے معاشرے کی صالاح کرنی چاہیے۔ وہ اصلاح علم، اخلاق اور فکر کی بنیاد پر ہونی چاہیے۔ جب مصلحین یہ فریضہ سرانجام دیتے ہیں تو اگلے مرحلے کے لیے معاشرہ خود تیار ہوجاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی ایسا کیا کہ سب سے پہلے افراد سازی کا فریضہ سرانجام دیا، افراد سازی کے بعد معاشرے کے نظام اجتماعی میں جو خرابیاں تھیں ان کا علاج بھی خود بخود ہوتا چلا گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت رہنمائی کرتی ہے کہ سب سے پہلے نظام نہیں افراد بدلے جاتے ہیں اور ایسے افراد تیار کیے جاتے ہیں جو نظام اجتماعی میں ترمیم کرتے، اس کی خوبیوں کو باقی رکھتے اور خامیوں کو دور کرتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت بتاتی ہے کہ اگر ابوجہل اور ابولہب کے ہوتے ہوئے نظام بدلنے کی تحریک بھی چلائی جائے تو فائدہ مند ثابت نہیں ہوگی، فائدہ تب ہوگا جب پہلے ابوبکر، عمر، عثمان اور علی رضی اللہ علیہم اجمعین جیسے لوگ تیار کرلیے جائیں۔ ☐☐

آپ کے فیض سے ہر قوم ہوئی فیضیاب

مولانا جسیم الحق قاسمی

۱۲؍ربیع الاوّل بروز دوشنبہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم قریش جیسے نامور خاندان میں پیدا ہوئے۔ آپؐ کی پرورش وہاں کے رسم و رواج کے مطابق بڑے شان و شوکت سے ہوئی۔ وہاں کا رواج تھا کہ ہر سال دیہات سے کچھ دائیاں آتی تھیں اور بچوں کو ان کی پرورش کے لیے لے جاتیں۔ آپؐ کی ولادت کے سال کچھ دائیاں آئیں تو سبھی امیر الامراء کے بچوں کو لے گئیں۔ حسن اتفاق کہ آپؐ دائی حلیمہ کی گود میں آئے۔ آپؐ جب تک دائی حلیمہ کے گھر رہے وہ فیضیاب ہوتی رہیں۔ جب آپؐ رحم مادر میں تھے تو آپؐ کے والد ماجد کا انتقال ہوگیا اور چھ برس کی عمر میں ماں کی شفقت سے بھی محروم ہوگئے۔ اس کے بعد آپؐ کے دادا عبدالمطلب نے آپؐ کی پرورش کی اور انتقال کے وقت اپنے بیٹے ابوطالب کے سپرد کردگئے۔ آپؐ عرب کے رسوم و رواج کے مطابق بچپن میں بکریاں چراتے تھے۔ ایک مرتبہ بکری چرارہے تھے کہ ناچ گانے کی آواز آئی تو دوستوں کی ضد پر آپ جانے کے لیے تیار ہوگئے، لیکن اللہ کو یہ منظور نہ تھا کہ نبی آخرالزماں ناچ گانا دیکھتے، لہٰذا آپؐ کو نیند آگئی۔

اسلام کی سب سے پہلی جنگ غزوۂ بدر ہے۔ مکہ کے ایک سردار نے آپ کی چراگاہ میں لوٹ پاٹ کی اور بہت زیادہ نقصان پہنچانے کی کوشش کی جس کی وجہ سے آپؐ نے اس کا پیچھا کیا لیکن وہ بھاگنے میں کامیاب ہوگیا۔ اسی دوران ابوسفیان تجارت کی غرض سے شام گئے ہوئے تھے، واپسی میں قافلہ مدینے کے راستے سے آرہا تھا، کسی نے افواہ پھیلا دی کہ مسلمان جنگ کرنے کی تیاری میں لگے ہوئے ہیں۔ چنانچہ کافر ایک ہزار مسلح فوج کے ساتھ مقام بدر پہنچ گئے اور ان کے مقابلے میں مسلمانوں کی تعداد صرف ۳۱۳ تھی۔ اس کے باوجود مقابلہ ہوا، یہ اسلامی تاریخ کی پہلی جنگ تھی جس نے حق و باطل کے درمیان فرق کو واضح کردیا۔ اس جنگ میں کافروں کی زبردست شکست ہوئی۔ آپؐ کی بعثت ساری دنیا کے لیے سرمایۂ سعادت ہے، کیونکہ آپؐ کی بعثت کسی خاص ملک و قوم کے لیے نہیں ہوئی تھی۔ پورے عالم انسانیت کو فیضیاب کرنے کے لیے اللہ پاک نے آپؐ کو مبعوث فرمایا تھا۔ اللہ رب العزت کا اعلان (مفہوم) آپؐ کہہ دیجیے کہ میں تم سب کی طرف اس اللہ کا بھیجا ہوا ہوں جس کی بادشاہی تمام زمینوں اور آسمانوں میں ہے۔ آپؐ کو سارے عالم کے لیے باعث رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ چنانچہ جتنا گہرا اثر آپؐ کی سیرت و کردار نے نوعِ انسانی کی تاریخ و تقدیر پر ڈالا آج تک اس کا ایک حصہ بھی دوسرے پیشوایانِ مذاہب کے حصہ میں نہ آسکا۔ آپؐ کے چشمۂ فیض سے کوئی قوم محروم نہیں رہی، بلکہ تاقیامت کائنات انسانی آپ کے فیوض و برکات سے فیضیاب ہوتی رہے گی۔ آپؐ کی سرت و کردار نے انسانوں پر کتنا اثر کیا، اس کا اعتراف صرف مسلمانوں نے ہی نہیں بلکہ غیر مسلم دانشوروں اور مفکروں نے برملا کیا۔ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت تاریخی اعتبار سے اتنی جامع، مستند اور معتبر ہے کہ ساری دنیا اس کی معترف ہے۔ آج بھی دنیا میں جو اخلاقی حقیقتیں زندہ ہیں انسانوں کے پاس بدی سے لڑنے، نفس پر قابو پانے اور گناہ سے بچنے کی جو اندرونی طاقت نیک و بد، ظلم و عدل اور حق و باطل میں امتیاز کرنے کا جو ملکہ اور انسانیت کی بے لوث خدمت کرنے کا جو سچا جذبہ پایا جاتا ہے وہ انہی پیغمبروں کی قربانی وجد وجہد کا نتیجہ ہے، جنھوں نے ناموافق حالات میں خدا کے پیغام حق کو مختلف اقوام و قبائل میں پہنچایا، انسانیت کو نئی زندگی اور نئی جہت بخشی۔ عصر حاضر میں جب کائناتِ انسانی کو پھر ایک بار خونی و جنگی معرکہ درپیش ہے تو اس سے زیادہ کوئی مفید کام نہیں کہ ان کی سیرت اور تعلیمات نبوی کو دوبارہ دُنیا کے سامنے پیش کیا جائے اور اسی سے روشناس کرایا جائے۔ ان تعلیمات پر خود عمل پیرا ہوا جائے اور دوسروں کو عمل کی دعوت دی جائے۔

ایک بار کا واقعہ ہے کہ آپ خانۂ کعبہ میں پتھر ڈھو رہے تھے اور بھاری بھاری پتھر کندھے پر رکھ کر لے آتے تھے، جس سے آپؐ کے شانۂ مبارک پر خراش آگئی تھی۔ جب آپؐ کے چچا عباس نے دیکھا تو افسوس کا اظہار کیا اور اپنے بھتیجے کو مشورہ دیا کہ وہ اپنا ازار اُتار کر کندھے پر رکھ لیں۔ ابھی ازار اُتارنے والے تھے کہ آپ کو غش آگیا۔ بچپن سے آپؐ کے اخلاق و آداب پاکیزگی کا معیار تھے۔ آپؐ نہایت حیادار اور سنجیدہ تھے۔ بے شرمی کی باتوں کے قریب بھی نہ جاتے تھے۔ ہر وقت اخلاق عظمیٰ کی مجسم تصویر بنے رہتے تھے۔ جب آپؐ بارہ سال کے ہوئے تو اپنے چچا کے ساتھ شام کا پہلا سفر کیا اور تجارت کے پیشے سے واقف ہوئے۔ آپ بچپن میں ہی امین و صادق کے لقب سے پکارے جاتے تھے اور آپ کی سچائی اور امانت داری کی شہرت پورے علاقے میں پھیلی ہوئی تھی۔

ایک بار حضرت خدیجہؓ نے آپ کو اپنے مال کی تجارت کے لیے بھیجا اور ساتھ ہی اپنے غلام کو بھی لگادیا تاکہ وہ آپؐ کی خدمت کرے۔ گھر واپسی کے بعد مال میں نفع ہونے کے ساتھ اپنے غلام کے ذریعہ سنائی گئی روداد سفر سے حضرت خدیجہ بہت متاثر ہوئیں۔ آپؐ کے پاس نکاح کا پیغام بھیجا جس کو آپؐ نے منظور فرمایا۔ آپؐ کے چچا نے خطبہ نکاح پڑھای، اس کے بعد آپ کی ازدواجی زندگی میں ہمیشہ محبت اور ہم آہنگی رہی۔ نبوت ملنے کے بعد حضرت خدیجہ نے اپنا سارا مال اسلام کی راہ میں صرف کردیا اور سب سے پہلے اسلام قبول کرنے والی عورتوں میں ان کا شمار ہوتا ہے۔ چالیس سال کی عمر میں آپ کو نبوت ملی اور کچھ دنوں بعد وحی کا سلسلہ منقطع ہوگیا۔ اس وقت آپؐ بہت گھبرائے لیکن حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپؐ کو اللہ کا واسطہ دیا کرتی تھیں۔ ☐☐

رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام غیر مسلم شعراء کی نظر میں

ترتیب وپیشکش: محمد رضوان انصاری

مدحت گیرانِ پیمبر کی طویل فہرست میں جہاں اہلِ ایمان وایقان نے بارگاہِ رسالت مآب جناب محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں خراجِ تحسین پیش کر کے اپنا نام زرّیں الفاظ میں رقم کیا ہے وہیں غیر مسلم شعراء نے بھی محسن کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقی شخصیت کو موضوعِ سخن بنا کر آپ کی عظمت ومقام کا برملا اعتراف کیا ہے اور بے پناہ عقیدت و محبت کا والہانہ اظہار کیا ہے۔

غیر مسلم شعراء کے قلم سے ایسی عمدہ نعتیں نکلیں ہیں جن کو پڑھ کر یہ یقین نہیں ہوتا کہ یہ غیر مسلم شعراء کی لکھی ہوئی ہیں۔ یقین ہو یا نہ ہو جو حقیقت ہے وہ حقیقت ہے، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور حقیقت اپنے آپ کو منوا کر رہتی ہے اور پھر غیر مسلم شعراء اچھی نعتیں لکھنے میں پیچھے رہ بھی کیوں جائیں کیونکہ ہمارے پیارے آقا تمام عالم کے لیے رحمت بن کر آئے ہیں، نہ کہ صرف مسلمانوں کے لیے۔ صرف مسلمانوں کا ہی آپ پر اجارہ نہیں ہے۔ غیر مسلموں کا بھی آپ پر پورا حق ہے۔ اس بات کو کنور مہندر سنگھ بیدی اپنے ایک شعر میں کتنی خوبصورتی سے کہہ رہے ہیں:

عشق ہو جائے کسی سے کوئی چارہ تو نہیں
صرف مسلم کا محمد پہ اجارہ تو نہیں

تو آیئے ایسے ہی چند غیر مسلم شعراء حضرات کی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے والہانہ محبت وعقیدت کا ذکر خیر کر کے عقیدتوں کے رنگ کو اور نکھارا جائے اور بارشِ انوار سے فیضیاب ہوا جائے:

گر شمس وقمر کو کوئی دامن میں چھپالے
اور دولتِ کونین کوئی مٹھی میں دبالے
پھر کالیکا پرساد سے پوچھے کہ تو کیا لے
تو نعلینِ محمدؐ کو آنکھوں سے لگا لے

پنڈت کالیکا پرساد

مجھ کو دیدار محمد کا جو حاصل ہوتا
پھر جہاں میں نہ کوئی میرے مقابل ہوتا
حوریں خدمت کو نہ ملتیں تو نہ جنت ملتی
میں جو حضرت کی رسالت کا نہ قائل ہوتا
خواب میں ہی کبھی شکل اپنی دِکھائی ہوتی
یا نبی آپ کا دیدار تو حاصل ہوتا

مہابیر پنڈت بیر

مجھے نعت نے شادمانی میں رکھا
کہ مصروف شیریں بیانی میں رکھا
میں لکھتا رہا نعت اور حق نے شب بھر
قمر کو مری پاسبانی میں رکھا
لکھیں کوثر عمر بھر ہم نے نعتیں
نہ کچھ اور غم زندگانی میں رکھا

دلو رام کوثری

یہ ارضِ مدینہ ہے کہ فردوسِ بریں ہے
جو ذرّہ ہے اس شہر کا وہ مہرِ مبیں ہے
کیا اس کا بگاڑیں گے زمانے کے حوادث
جس کی درِ سرکار دوعالم پہ جبیں ہے
دیکھے تو کوئی گنبدِ خضریٰ کی تجلّی
اِک نور ہے جو فرش سے تا عرش بریں ہے
ہندو ہوں بہت دُور ہوں اسلام سے لیکن
مجھ کو بھی محمدؐ کی شفاعت پہ یقیں ہے

مخمور لکھنوی (برج ناتھ پرشاد)

مدینے کو چلو دربار دیکھو
رسول اللہ کی سرکار دیکھو
نظر آتی ہے واں شانِ خدائی
در و دیوار کے انوار دیکھو

مہاراجہ سرکشن پرساد شاد

آپ کی شان عجب شان رسولِ اکرمؐ
آپ اللہ کے ہیں مہمان رسولِ اکرمؐ
مشکلیں ہوتی ہیں آسان رسولِ اکرمؐ
آپ پر لائیں جو ایمان رسولِ اکرمؐ

رویندر جین

بادۂ عصیاں سے کل ملک عرب مخمور تھا
سوجھتا اس کو نہ تھا زنہار راہِ ارتقا
اس خدائے دو جہاں کا دیکھئے لطف وکرم
ریت کے ذرّوں کو عالم میں کیا جلوہ نما

پنڈت گنیشی لال خستہ دہلوی

جہاں میں کتنے رسول آئے مگر نہ آیا عظیم تم سا
فہیم تم سا علیم تم سا نعیم تم سا حکیم تم سا
ہزار ڈھونڈا تمام دیکھا کسی نے لیکن کہیں نہ پایا
حسین تم سا امین تم سا مبین تم سا وسیم تم سا

ڈاکٹر دیانند سکسینہ (خنجر قنوجی)

دل سلگتا ہی رہا فرقت میں ان کی عمر بھر
گنبد خضریٰ تلک لیکن دھواں پہنچا نہیں
مدحِ حسن مصطفیٰ ہے ایک بحرِ بیکراں
اس کے ساحل تک کوئی شیریں بیاں پہنچا نہیں

پنڈت جگن ناتھ پرشاد آنند

طوفان زندگی کا سہارا تمھیں تو ہو
دریائے مغفرت کا کنارہ تمھیں تو ہو
ملتی ہے تم سے ان کی نگاہوں کو روشنی
دنیا و دین کی آنکھ کا تارا تمھیں تو ہو
جاتی ہے عرش تک یہ تمہارے ہی فیض سے
مری دعائے دل کا سہارا تمھیں تو ہو

پنڈت بال مکند عرش ملسیانی

اے رسول پاک اے پیمبر عالی وقار
چشم باطن بیں نے دیکھی تجھ میں شان کردگار
تیرے دم سے گل نظر آئے رہِ عرفاں کے خار
خوبیوں کا ہو تیری کیونکر بھلا ہم سے شمار
نور سے تیرے اندھیرے میں درخشانی ہوئی
تیرے آگے آبرو کفار کی پانی ہوئی

برج گوپی ناتھ بیکل امرتسری

یہ اوج یہ شرف یہ فضیلت رسول کی
قربِ خدائے پاک ہے قربت رسول کی
دل محو ہے ہمارا مدینے کی سیر میں
گھر بیٹھے ہو رہی ہے زیارت رسول کی
گمراہ مجھ کو عیش کوئی کرسکے گا کیا
روشن ہے دل میں شمع عقیدت رسول کی

عیش الہ آبادی (رامیشور ناتھ)

میرا قلب مطلع نور ہے کہ حرم میں جلوۂ یار ہے
دل و دیدہ محو نظارہ ہیں کہ نہ گرد ہے نہ غبار ہے
تیرے جلوؤں کا تیری رحمتوں کا حساب ہے نہ شمار ہے
کہ صفات کون ومکان کی تیری ذات دار ومدار ہے

پنڈت امرناتھ ساحرؔ

انوار بے شمار معدود نہیں
رحمت کی شاہراہ مسدود نہیں
معلوم ہے کچھ تم کو محمدؐ کا مقام
وہ آیت اسلام میں محدود نہیں

رگھوپتی سہائے فراق گورکھپوری

تھی شب معراج میں سارے فلک پر چاندنی
نورِ محبوب خدا سے تھی منور چاندنی
عرش و کرسی پر کہاں تھا ماہ کا نام و نشاں
روئے احمد چاند تھا، تھی اس سے یکسر چاندنی

منشی شنکر لال ساقی سہارنپوری

جی چاہتا ہے کوچۂ انوار میں چلوں
اپنے رسولِ پاک کی سرکار میں چلوں
تنہائیوں میں سوچتا رہتا ہوں دوستو!
مقدور ہو تو شہر پر انوار میں چلوں

پنڈت ہری کوشور شرما نظرؔ

تیرے ہی دم قدم سے ہے رونق بزم کائنات
کون و مکاں ہے نور سے آئینہ تجلیات
دہر میں سب سے تو بڑا تجھ سے بڑی خدا کی ذات
بھیج رہا خدا بھی ہے تجھ پہ سلام اور صلوات

لالہ امرناتھ قیسؔ

کسی کا ہو نہ ہو مولا مگر میرا عقیدہ ہے
خدا کے بعد ہر ذرّے میں اِک جلوہ نما تم ہو
ڈروں کیوں روزِ محشر سے مجھ معلوم ہے آقا
شفیعِ روزِ محشر تم، حبیبِ کبریا تم ہو

کرشن چند طالب

ہو شوق نہ کیوں نعت رسول دوسرا کا
مضمون ہو عیاں دل میں جو لولاک لما کا
پہنچایا ہے کس اوجِ سعادت پہ جہاں کو
پھر رتبہ ہو کم عرش سے کیوں غارِ حرا کا
ہے حامئ ممدوح مرا شافعِ عالم
کیفی مجھے اب خوف ہے کیا روزِ جزا کا

پنڈت برج موہن دتاتریہ کیفی دہلوی

دیر سے نور چلا اور حرم تک پہنچا
سلسلہ میرے گناہوں کا کرم تک پہنچا
تیری معراج محمدؐ تو ہے قرب معبود
میری معراج کہ میں تیرے قدم تک پہنچا

کرشن بہاری نور لکھنوی

چھڑا کے بت کی پرستش سکھائی تھی وحدت
ترے خیال کی ترویج عام ہوجائے
شراب نوشی کی بدعت کو اس طرح روکا
کہ اس کا پینا پلانا حرام ہوجائے
عرب کو تو نے جہالت سے پاک کر ڈالا
تو کیوں نہ دل میں ترا احترام ہوجائے

دھرم پال گپتا وفا

محبت ہو تو ہر ذرّے میں جلوہ ہے محمدؐ کا
ہر اِک تارِ نظر عکس تجلی ہے محمدؐ کا
کوئی مانے نہ مانے آرزو میرا عقیدہ ہے
ازل سے تا ابد جو بھی ہے صدقہ ہے محمدؐ کا

سادھو رام آرزوؔ

نعت کہنے کی جہاں دل میں تمنا دیکھی
وہیں جذبات میں تحریک بھی پیدا دیکھی
گل وگلزار ہے تیری ہی زلفوں کی مہک
ذرّے ذرّے میں ترے حسن کی دُنیا دیکھی

باوا کرشن گوپال مغمومؔ

محمد مصطفیٰ نے مجھ کو دیوانہ بنایا ہے
مئے توحید سے مخمور مستانہ بنایا ہے
تجھے خیر البشر کہتے ہیں ہندو بھی مسلماں بھی
ترے دل کو خدا نے کیا فقیرانہ بنایا ہے

رام چندر سمن سرحدی

فرازِ عرش سے احمد سرفرش زمیں آئے
مبارک اہل دنیا رحمۃ للعالمین آئے
فرشتوں سے کہیں بڑھ کر ہے رتبہ ذاتِ انساں کا
جو کردارِ محمدؐ دیکھو تو تم کو یقین آئے

پنڈت پربھو دیال مصرؔ

بانیِ اسلام اے خورشید تابانِ عرب
اے محمد مصطفیٰ جانِ عرب شانِ عرب
ظل اقدس میں پھلا پھولا گلستانِ عرب
جگمگایا نورِ وحدت سے بیابانِ عرب

منشی بشیشور پرشاد منور لکھنوی

وہ گھر ہے خدا کا تو یہ محبوبِ خدا ہیں
کعبہ سے بھی اعلیٰ نہ ہو کیوں شانِ مدینہ
لے جاؤں گا میں ساتھ فقط عشق محمدؐ
تحفہ ہے میرے پاس یہ شایانِ محمدؐ

سرکشن پرشاد شاد

دُنیا تو کیا ہے دین کی دولت ترے نثار
جانِ عزیز ختم رسالت ترے نثار
محشر میں تو کرے گا شفاعت ترے نثار
محبوبِ حق ہے تو تری امت ترے نثار

پنڈت رتن موہن زتشی خار دہلوی

ہر دل میں ہیں ارمان رسولِ عربی
ہر جان کے ہیں جان رسولِ عربی
مجھ بندۂ بے کس کے بھی اے کاش بسمؔ
ہوجائیں نگہبان رسولِ عربی

خزاں چند بسمؔ چرتی

جگایا تو نے اقوامِ عرب کو خوابِ غفلت سے
کیا آزاد عقل و ہوش کو دامِ جہالت سے
منظم کردیا تو نے سب اجزائے پریشاں کو
سکھایا بیٹھنا مل جل کے آپس میں محبت سے
اگر تیرے اصولوں پر رہے قائم تری امت
کوئی امت نہیں بڑھ کر جہاں میں تیری امت سے

مہر لال سونی ضیا فتح آبادی

شوقِ پا بوسی لیے چل تو مدینے مجھ کو
زہے قسمت کہ بلایا ہے نبیؐ نے مجھ کو
واپسی دم ہے مجھے ذکر نبی کرنے دو
دوستو موت کے آتے ہیں پسینے مجھ کو

ہمدم گوری پرشاد

قلم کو جب شرف حاصل ہوا نعت پیمبر کا
بنا ہر لفظ اِک تعویذ خوفِ روزِ محشر کا
خدا معلوم ہے بھی یا نہیں میرے مقدر کا
تری چشم کرم سے چاہتا ہوں جام کوثر کا

گرسرن لال ادیب لکھنوی

کس نے ذرّوں کو اٹھایا اور صحرا کر دیا
کس نے قطروں کو ملایا اور دریا کردیا
آدمیت کا غرض ساماں مہیا کردیا
اِک عرب نے آدمی کا بول بالا کردیا

پنڈت ہری چند اختر

آنکھوں میں بس رہا ہے سراپا رسولؐ کا
دل پر ہوا نقش وہ نقشہ رسولؐ کا
دارِ فنا کو عظمت باقی عطا ہوئی
لاریب اس جہان میں آنا رسولؐ کا

پنڈت آنند موہن زتشی گلزار دہلوی

تیرے اوصاف کا ممکن ہے کہاں مجھ سے بیاں
تو محمدؐ بھی ہے احمد بھی ہے مجبور بھی ہے
صرف بندے ہی نہیں کرتے تیری تعریف
تیرے مداحوں کی فہرست میں معبود بھی ہے

ڈاکٹر دھرمیندر ناتھ

اللہ رے بلندئ شبستان محمدؐ
ہے عرشِ بریں زینۂ ایوان محمدؐ
رکھتے ہیں نہاں دل میں جو ارمان محمدؐ
پھر ان پہ نہ ہو کس لیے فیضانِ محمدؐ

چندر پرکاش جوہرؔ بجنوری

اِک برہمن ہند میں تجھے پیار کرے ہے
چوٹی سے ہمالہ کی نمسکار کرے ہے
کاشی میں بھی کعبے کی زیارت اسے حاصل
تیری ہی محبت پہ چمتکار کرے ہے
ہے غار حرا نور عبادت سے منور
فاراں کی سحر نور کا اقرار کرے ہے

ڈاکٹر جاوید وشِشٹ

نہ ہم دنیا نہ عقبیٰ مانگتے ہیں
فقط تیرا سہارا مانتے ہیں
ہمارے نام لکھ دے سرفرازی
تیرے قدموں کا صدقہ مانگتے ہیں

اندر سروپ دت ناداں

نورِ خدا تھا رُخ پہ رسالت مآب کے
پروانہ وار آپ پہ دنیا فدا ہوئی
اُترے ہیں جب بھی ذہن میں اشعار نعت کے
اے سوز ان سے اور عقیدت سوا ہوئی

ہیرانند سوزؔ

ہر سوچ اِک گریز ہے اس آگہی کے بعد
کوئی نہیں نبی سا ہمارے نبیؐ کے بعد
نورِ خدا کا عکس تھا، کردار مصطفیٰ
دُنیا پہ چھا گیا جو بڑی تیرگی کے بعد

رام پرکاش راہیؔ

غم آئیں تو آنے دو ہم ڈرتے نہیں غم سے
لو ہم نے لگائی ہے سرکار دوعالم سے
پرواز خیالوں نے ہر دل نے نظر پائی
کیا کیا نہ ملا ہم کو اس حسن مجسم سے

سردار پنچھی

عازم بیان کیسے ہو عظمت رسول کی
وہ آفتاب اور میں مٹھی ہوں دھول کی
جی کر جہاں میں آپ نے جینا سکھا دیا
اہل جہاں نے آپ کی دعوت قبول کی

گروندر سنگھ عازم کوہلی

آپ جب آئے ہیں دنیا میں اسی خوشبو سے
دن مہکنے لگا اور رات سے خوشبو آئی
ذکر سرکار دوعالم کا سنا تھا اِک دن
عمر بھر میرے خیالات سے خوشبو آئی

مہندر سنگھ اشک نجیب آباد

سلام اس پر کہ جس کے نور سے پرنور ہے دُنیا
سلام اس پر کہ جس کے نطق سے مسحور ہے دُنیا
سلام اس پر جو ہے اسوۂ زیر گنبد خضریٰ
زمانہ آج بھی ہے، جس کے در پر ناصیہ فرسا

پروفیسر جگن ناتھ آزاد

میں نعت نبی کہوں

مولانا نسیم احمد غازی مظہری

کس منہ سے کس زباں سے میں نعتِ نبیؐ کہوں
زمزم پلایئے مجھے میں نعتِ نبیؐ کہوں
عاجز مری زباں ہے تابِ بیاں نہیں
توفیق مستعاں سے میں نعتِ نبیؐ کہوں
حائل بنے ہیں آکر خیالات این و آں کے
ہٹ جاؤ سامنے سے میں نعتِ نبیؐ کہوں
عکس رخِ جمال ہے جلوہائے والضحیٰ
نظروں میں بھر کے جلوے میں نعتِ نبیؐ کہوں
واللیل زلف کا ہے عکسِ حسین ہمدم
گیسو کا سایہ لے کے میں نعتِ نبیؐ کہوں
پروازِ جبرئیل سے بالا ہے ان کا رتبہ
بتلائے کوئی کیسے میں نعتِ نبیؐ کہوں
مداح جس کی ذات کا خود ہی خدائے پاک ہے
اعلیٰ ہیں ان کے رتبے میں نعتِ نبیؐ کہوں
دھو دو مرے دہن کو دھو دو مری زباں کو
مشک و گلاب لا کے میں نعتِ نبیؐ کہوں
غازی ناتواں ہے عاصی و پر معاصی
ان کی تو ذات پاک ہے میں نعتِ نبیؐ کہوں

عالم اسلام

امریکہ سعودی عرب کے دفاع کے لئے پرعزم ہے: امریکی وزیر خارجہ

امریکی وزیر خارجہ اینٹونی بلنکن نے کہا ہے کہ امریکہ سعودی عرب کو ایک اہم شراکت دار کے طور پر دیکھتا ہے اور اس کے دفاع کے لیے پرعزم ہے۔ عرب نیوز کے مطابق امریکی وزیر خارجہ نے واشنگٹن پہنچنے پر سعودی وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان کو خوش آمدید کہا۔ ان کا کہنا تھا کہ امریکہ اور سعودی عرب کے درمیان مضبوط شراکت داری ہے اور ہم مملکت کے دفاع کے لیے پرعزم ہیں۔ اینٹونی بلنکن نے اپنے سعودی ہم منصب کے ہمراہ نیوز کانفرنس کرتے ہوئے کہا کہ سعودی عرب کے ساتھ یہ شراکت داری اہم ہے، اور چند اہم چیلنجز جن کا ہمیں سامنا ہے، ان سے نمٹنے کے حوالے سے بھی نہایت اہم ہے۔ ہم اس (شراکت داری) کی بہت تعریف کرتے ہیں۔ شہزادہ فیصل بن فرحان نے بھی دونوں اتحادیوں کے درمیان مضبوط شراکت داری کی تعریف کی۔ ان کا کہنا تھا کہ ہمارے تعلقات نے ہمارے دونوں ممالک کو بہت اہمیت دی ہے، لیکن نہ صرف ہمیں بلکہ خطے اور دنیا کو بھی۔ ان کی ملاقات کے بعد اینٹونی بلنکن نے مملکت پر حوثیوں کے حملوں کی امریکی مذمت اور سعودی عرب کی اپنی سرزمین اور عوام کے دفاع میں امریکی مدد کے عزم کا اعادہ کیا۔

سعودی وزیر خارجہ کی امریکی ایلچی برائے ایران سے ملاقات

سعودی وزیر خارجہ شہزادہ فیصل بن فرحان نے امریکہ کے خصوصی ایلچی برائے امور ایران رابرٹ ملی سے ملاقات کی ہے۔ سرکاری خبر رساں ایجنسی ایس پی اے کے مطابق سعودی وزارت خارجہ نے ایک بیان میں کہا کہ ملاقات میں ایران کے ایٹمی ایشو پر سعودی، امریکی تعاون کو مستحکم کرنے کے طریقوں اور اس سلسلے میں ہونے والے بین الاقوامی مذاکرات پر تبادلہ خیال کیا گیا ہے۔ ایران کی جانب سے جوہری معاہدے سے متعلق معاہدوں اور بین لاقوامی کنونشن کی خلاف ورزیوں اور مشرق وسطی کو عدم استحکام سے دوچار کرنے والی دہشت گرد ملیشیاؤں کی سپورٹ کے حوالے سے بھی گفتگو کی گئی۔ امریکہ میں سعودی عرب کی سفیر شہزادی ریما بنت بندر نے بھی ملاقات میں شرکت کی۔ قبل ازیں سعودی وزیر خارجہ نے امریکی وزیر خارجہ انتونی بلنکن سے بھی ملاقات کی، سعودی عرب اور امریکہ کے درمیان باہمی دلچسپی کے امور پر تبادلہ خیال کیا گیا۔

کویت میں خواتین کو فوج میں بھرتی کرنے کی اجازت

کویت نے خواتین کو فوج میں کام کرنے کی اجازت دے دی ہے۔ یہ پہلا موقع ہے جب خواتین بھی عسکری عہدوں پر کام کرسکیں گی۔ العربیہ کے مطابق کویت کی سرکاری خبر رساں ایجنسی 'کونا' کے مطابق وزیر دفاع شیخ حمد جابر العلی نے بتایا ہے کہ اب کویتی خواتین کے لیے بھی فوج کے دروازے کھل گئے ہیں۔ وہ ملٹری سروس میں اسپشلیٹی آفیسرز اور نان کمیشنڈ آفیسرز کے طور پر اپنا اندراج کرسکتی ہیں۔ اب وقت آ گیا ہے کہ خواتین کو بھی کویتی فوج میں اپنے بھائیوں کے شانہ بشانہ کام کرنے کی اجازت دی جائے۔ کویتی وزیر دفاع نے خواتین کی صلاحیتوں اور مشکل حالات میں خود کو ثابت کرنے کی اہلیت پر بھی اطمینان کا اظہار کیا ہے۔ واضح رہے کہ کویتی خواتین پولیس کے شعبے میں ۲۰۰۱ء سے ہی کام کر رہی ہیں جس کے بعد اب فوج میں بھی ان کے شامل ہونے کا راستہ ہموار ہوگیا ہے۔

دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں شعر اور شعراء

تحریر: مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ

علماء نے شعر وشاعری کو موسیقی اور نقاشی کی طرح فنون لطیفہ میں شمار کیا ہے اور یہ صحیح بھی ہے اس لئے کہ انسان کے نازک جذبات اور دل کی کائنات سے اس صنف ادب کا جو گہرا تعلق ہے اس سے انکار کی گنجائش نہیں۔

پھر یہ کہ تمدنِ انسانیت کی تاریخ سے واقفیت رکھنے والے جانتے ہیں کہ ادب کی اس صنف لطیف کو کسی طبقہ یا ملک سے خاص نہیں کیا جاسکتا، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ کچھ قومیں اپنی فطری خصوصیات یا ماحول کے تقاضوں کے سبب کسی خاص صنف میں دوسری قوموں سے سبقت لے جائیں، چنانچہ واقعیت کی روشنی میں کہا جاسکتا ہے کہ عرب نے اس صنف ادب میں جو کمال حاصل کیا ہے وہ دوسری قوموں کو میسر نہیں اور اس کی دو وجہیں بالکل سامنے کی ہیں۔ ایک وجہ تو یہ ہے کہ عربی زبان اپنی وسعت وآفاقیت، مادۂ اشتقاق کی کثرت، تعبیرات کی فراوانی اور نازک جذبات کی ترجمانی کی حیرت انگیز صلاحیت کے لحاظ سے شاید دنیا کی سب سے ممتاز زبان ہے اس لئے انسان نے جب اپنے جذبات کے اظہار کے لئے اس زبان کا سہارا لیا تو اس کو کسی دشواری کا احساس نہیں ہوا بلکہ بسا اوقات معنی کی لطافت کو الفاظ کی شوکت نے دو آتشہ کردیا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ شعر گوئی کے اغراض ومقاصد میں جن چیزوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے عرب کے ماحول میں وہ چیزیں پوری طاقت کے ساتھ موجود ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ شعر کے مقاصد میں پانچ چیزوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، محبت، مدح، فخر، ہجو اور بیانِ اوصاف، عرب کے ماحول سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی بہ آسانی یہ سمجھ سکتا ہے کہ یہ پانچوں بنیادی چیزیں عرب کے ماحول میں پوری طرح موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ خوبصورت اور مترنم الفاظ کی مضراب نے جب ساز معانی کے تاروں کو چھیڑا تو گلستان ادب کی فضائیں طرب انگیز نغموں سے معمور ہوگئیں بلکہ یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ انسانی طائر فکر معانی کی بلندیوں کو چھو کر جب طاقتور الفاظ کو اپنا نشیمن بنائے گا تو وہاں یقیناً الفاظ ومعانی کی نئی نسلیں تیار ہونا شروع ہو جائیں گی۔

عرب میں چونکہ پانچوں بنیادیں بڑی اہمیت کے ساتھ موجود ہیں اور الفاظ وبیان ان تمام مضامین کی ترجمانی کی صلاحیت رکھتے ہیں اس لئے عرب کی شاعری فطری طور پر ان تمام اوصافِ کمال کی امین بن گئی ہے جو کسی بھی اچھے ادب کا سرمایہ ہوسکتے ہیں۔

دربار رسالت میں زبانی تحسین

اسلام چونکہ دینِ فطرت ہے اور انسانیت کے وہ فطری تقاضے جو تخلیق انسان کے بنیادی مقاصد سے متصادم نہ ہوں اسلام میں باقی رکھے گئے ہیں اس لئے جن اشعار میں صداقت وواقعیت ہو اور جن کے ذریعہ کوئی مہمل کام نہ لیا جارہا ہو ان کو بارگاہ رسالت سے پسندیدگی کی سند ملی ہے۔ آپؐ نے شعراء کی زبان سے ان کا کلام بھی سنا ہے اور موقع بموقع رجزیہ کلمات بھی آپؐ کی زبان پر جاری ہوگئے ہیں۔ پسندیدگی کی سند کے ثبوت میں حضرت ابی بن کعبؓ کی روایت کا وہ حصہ نقل کیا جاسکتا ہے جسے امام بخاریؒ نے بھی نقل کیا ہے: "ان من الشعر لحکمة": بلاشبہ کچھ اشعار حکمت ریز بھی ہوتے ہیں۔

اظہار پسندیدگی سے متعلق وہ واقعہ بھی پیش کیا جاسکتا ہے جسے امام مسلمؒ نے حضرت عمرو بن شریدؓ سے نقل کیا ہے، حضرت شریدؓ کہتے ہیں کہ ایک مرتبہ مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمرکابی کی سعادت نصیب ہوئی آپؐ نے فرمایا: شرید! تمہیں امیة بن الصلت کے اشعار بھی یاد ہیں، میں نے عرض کیا: جی ہاں! یاد ہیں، آپؐ نے فرمایا سناؤ، چنانچہ میں نے ایک شعر سنایا، آپؐ نے فرمایا اور سناؤ، میں نے اور سنایا اسی طرح فرمائش کرکے اشعار سنتے رہے حتی کہ میں نے آپ کو سو اشعار سنائے، الادب المفرد میں امام بخاری نے اس روایت میں یہ اور اضافہ کیا ہے کہ اشعار سننے کے بعد آپؐ نے یہ بھی ارشاد فرمایا: "انه کاد لیسلم" یہ شاعر تو اسلام سے بہت قریب تھا۔

اظہار پسندیدگی اور دادِ تحسین کے ثبوت میں حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا یہ واقعہ بھی قابل ذکر ہے جسے بیہقیؒ نے تفصیل سے نقل کیا ہے اور امام غزالیؒ نے احیاء العلوم جلد سوم میں ذکر فرمایا ہے، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ: میں ایک دن سوت کات رہی تھی اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفش مبارک میں ٹانکے لگا رہے تھے۔ آپؐ کی پیشانی عرق آلود تھی اور پسینہ کے قطرات روشنی میں کہکشاں کی بہار کا منظر پیش کررہے تھے، میں آپؐ کے حسن خداداد کی بہاروں میں کھوگئی، تو آپؐ نے فرمایا کہ عائشہ! اتنی حیرت زدہ کیوں ہورہی ہو؟ میں نے

شعر گوئی کے اغراض ومقاصد میں جن چیزوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے عرب کے ماحول میں وہ چیزیں پوری طاقت کے ساتھ موجود ہیں، علماء نے لکھا ہے کہ شعر کے مقاصد میں پانچ چیزوں کو بنیادی اہمیت حاصل ہے، محبت، مدح، فخر، ہجو اور بیانِ اوصاف، عرب کے ماحول سے معمولی واقفیت رکھنے والا بھی بہ آسانی یہ سمجھ سکتاہے کہ یہ پانچوں بنیادی چیزیں عرب کے ماحول میں پوری طرح موجود ہیں، یہی وجہ ہے کہ خوبصورت اور مترنم الفاظ کی مضراب نے جب ساز معانی کے تاروں کو چھیڑا تو گلستان ادب کی فضائیں طرب انگیز نغموں سے معمور ہوگئیں۔

عرض کیا کہ آپؐ کی پیشانی سے نور کی جو لہر اٹھ رہی ہے اس نے مجھے غرق حیرت کردیا ہے، اگر ایسے میں ابوبکر ہذلی اس جمال جہاں افروز کا مشاہدہ کرتا تو وہ سمجھتا کہ اس کے شعر کے مصداق آپؐ ہی ہیں۔ آپؐ نے فرمایا اس کے اشعار کیا ہیں؟ میں نے اشعار پیش کئے:

ومبرء من کل غیر حیضه
وفساد مرضعة وداء مغیل
واذا نظرت الی اسر وجهه
برقت کبرق العارض المتهلل

میرا ممدوح حیض کی کدورت، دودھ پلانے کے دوران پائی جانے والے فساد مزاج اور ایام حمل میں ہونے والی بیماریوں سے بالکل پاک وصاف ہے۔ اور اگر تمہیں اس کی پیشانی کے خطوط دیکھنے کا موقع ملے تو ابر گوہر بار کے درمیان چمکنے والی بجلیوں کا منظر یاد آجائے۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ آپؐ نے اپنا شغل چھوڑ کر میری پیشانی کو چوما اور فرمایا: "عائشہ! اللہ تجھے جزائے خیر دے تجھے میرے حسن سے اتنی خوشی نہیں ہوئی ہے جتنی خوشی مجھے تیری ذہانت اور برجستہ اشعار پیش کرنے سے ہوئی ہے"۔

اول تو اس ذوق سلیم اور ادبی دستگاہ پر نظر رکھنی چاہئے جو اس مندرجہ بالا اشعار کی پسندیدگی کے پس منظر میں جھلک رہا ہے پھر داد تحسین کی خوبی ملاحظہ ہو کہ وہ خود مستقل ایک ادبی شہ پارہ ہے۔

اظہار پسندیدگی کے ذیل میں ان مختصر ترانوں کو بھی پیش کیا جاسکتا ہے جو حضور رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف ارزانی کے موقع پر انصار کی بچیوں کی جانب سے پڑھے گئے اور آپؐ کی جانب سے ان کلمات کے دہرانے کو ممنوع نہیں قرار دیا گیا۔ شدید انتظار کے بعد جب انصار مدینہ کی دعوت پر آپؐ یثرب میں داخل ہوئے اور یثرب کا نام مدینة النبی ہوگیا اس وقت جہاں در ودیوار تسبیح وتقدیس کے کلمات سے گونج رہے تھے وہیں بنی نجار کی بچیاں دف بجا کر یہ الفاظ دہرا رہی تھیں:

نحن جوار من بنی النجار
یا حبذا محمدؐ من جار

ہم بنی نجار کی لڑکیاں ہیں اور محمدؐ کے پڑوسی ہونے پر استقبالیہ کلمات سے خوش آمدید کہہ رہی ہیں، حضرت عائشہؓ کی روایت میں انصار کی دوسری بچیوں کی زبان سے یہ تین اشعار منقول ہیں:

طلع البدر علینا
من ثنیات الوداع
وجب الشکر علینا
مادعا للّٰه داع
ایها المبعوث فینا
جئت بالامر المطاع

پہاڑ کی جن چوٹیوں تک آکر ہم جانے والوں کو الوداع کہتے ہیں آج اس سمت سے ایک ماہ کامل ہم پر جلوہ ریز ہوا ہے، اور جب تک اس دنیا میں خدا کا نام زندہ ہے اس وقت تک ہمارے اوپر سجدہ شکر واجب ہے، اے وہ ذات گرامی جسے ہمارے درمیان بھیجا گیا ہے، ہم آپؐ کے ہر حکم کی تعمیل کو سعادت سمجھتے ہیں۔

اظہار پسندیدگی کے ذیل میں اس واقعہ کا ذکر بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جسے ابن عبد البرؒ نے الاستیعاب میں ذکر کیا ہے کہ عرب کی مشہور شاعرہ خنساء اپنی قوم کے ساتھ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئی اور اسلام قبول کیا اس موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے اشعار سنکر پسندیدگی کا اظہار فرمایا آپؐ فرمائش کرتے وقت دست مبارک سے اشارہ بھی فرماتے تھے، تاریخ میں یہ بھی مذکور ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبد اللہ بن رواحہؓ کے ان تین اشعار کے بارے میں حاضرین سے ارشاد فرمایا کہ تمہارے بھائی (ابن رواحہ) نے ان اشعار میں اچھی بات کہی ہے:

وفینا رسول الله یتلو کتابه
إذا انشق معروف من الفجر ساطع
ارانا الهدی بعد العمی قلوبنا
به موقنات ان ماقال واقع
یبیت یجافی جنبه عن فراشه
إذا استثقلت بالمشرکین المضاجع

ہمارے درمیان رسول خدا ہیں جو سپیدۂ صبح کے طلوع کے وقت کتاب خداوندی کی تلاوت فرماتے ہیں، انھوں نے ہمیں گمراہی کے بعد راہ دکھائی اس لئے ہمارے دلوں کو یقین ہے کہ وہ جو کچھ فرماتے ہیں وہ ہوکر رہے گا وہ رات اس طرح بسر کرتے ہیں کہ پہلو مبارک بستر سے الگ رہتا ہے جبکہ مشرکین کے بوجھ سے ان کے بستر بھی پناہ مانگتے ہیں۔

ان چند واقعات سے معلوم کیا جاسکتا ہے کہ جن اشعار میں مضامین سچے ہیں اور ان کا مقصد بھی درست ہے ان کو دربارِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم سے پسندیدگی کی سند عطا ہوئی ہے۔

شعراء کو انعام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت طیبہ میں صرف اظہار پسندیدگی ہی نہیں بلکہ اچھے اشعار سے گہرا تاثر لینے کے ساتھ کہیں کہیں شعراء کرام کو انعام سے نوازنے کا بھی تذکرہ ملتا ہے جیسا کہ حضرت کعب بن زہیرؓ کے قصیدۂ بانت سعادُ کے بارے میں مشہور ہے، اس کا تفصیلی واقعہ یہ ہے کہ کعب اور ان کے بھائی بجیر بن زہیر دربار نبوی میں حاضری کے ارادہ سے روانہ ہوئے راستہ میں کعب کے رجحان میں تبدیلی پیدا ہوئی اور انھوں نے بجیر سے کہا کہ: تم آگے جا کر ان پیغمبر سے ملو اور مجھے اپنی رائے سے مطلع کرو تاکہ میں بصیرت کے ساتھ کوئی فیصلہ کرسکوں، بجیر گئے اور جاتے ہی حلقہ بگوش اسلام ہوگئے، کعب کو جب یہ صورت حال معلوم ہوئی تو انھیں ناگوار گذرا، اور انھوں نے ایک قصیدہ کہہ ڈالا جس میں اپنے بھائی کے طرز عمل کی شکایت اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں ہجو کا ارتکاب تھا، اشعار میں کسی چیز کا ذکر چونکہ نثر سے کہیں زیادہ اہم ہے اور اس زمانہ میں اشعار چونکہ زبان زد ہوجاتے تھے اس لئے ان اشعار کو عام انسانوں کیلئے دین حق قبول کرنے کی راہ میں رکاوٹ سمجھا گیا اور ہجو پر مشتمل ان اشعار کے جرم میں کعب کے خون کو مباح قرار دیا گیا، کعب کو جب یہ اطلاع پہنچی تو وہ گھبرا گئے انھوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں ایک مدحیہ قصیدہ کہا پھر لوگوں کی نظر سے بچ کر مسجد نبوی میں حاضر ہوگئے اور اپنا قصیدہ مدحیہ پیش کیا یہی قصیدہ "بانت سعادُ" کے نام سے مشہور ہے اور اس کی تشبیب اور دیگر مضامین جاہلیت کے روایتی انداز پر ہیں۔ پہلا شعر ہے:

بانت سعاد فقلبی الیوم متبول
متم اثرها لم یفد مکبول

سعاد مجھ سے جدا ہوگئی اور آج میرا دل اس کی محبت میں بیمار اور اس کے پیچھے ایسا پابہ زنجیر ہے کہ زرفدیہ بھی اس کی رہائی کیلئے منظور نہیں ہے تشبیب کے تیرہ اشعار کے بعد پھر دور جاہلیت کے روایتی انداز کے مطابق اونٹنی کا تفصیلی تذکرہ ہے پھر انتالیسویں شعر سے پچاسویں شعر تک معذرت کا مضمون ہے جن میں یہ اشعار بھی ہیں:

انبئت ان رسول اللّٰه اوعدنی
والعفو عند رسول اللّٰه مامول
مهلا هداک الذي اعطاک نافلة
القرآن فیه مواعیظ وتفصیل
لا تاخذنی باقوال الوشاة فلم
اذنب وقد کثرت فیّ الاقاویل

مجھے یہ بتلایا گیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے دھمکی دی ہے (باقی ص۱۴ پر)

سیرتِ نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم اور غیر مسلموں کے اعترافات

تحریر: ڈاکٹر محمد ارشد

دُنیا میں اگر کسی کے سیرت وکردار کے بارے میں سب سے زیادہ لکھا گیا ہے یا لکھا جاتا ہے اور اگر کسی کا ذکر وتذکرہ سب سے زیادہ ہوتا ہے تو وہ ذات بابرکات نبی عربی حضور سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ ان کی مدح وستائش اپنے ہی نہیں غیر بھی کرتے ہیں۔ نبیؐ کی شخصیت دُنیا کی واحد شخصیت ہے جن کی زندگی کا ایک ایک لمحہ تاریخ کی روشنی میں ہے، چونکہ وہ ساری دُنیا اور انسانیت کے لیے ہادی ورہنما ہیں، اس لیے باری تعالیٰ نے ایسا انتظام فرمایا جس سے ان کی زندگی کے تمام گوشے روزِ روشن کی طرح مبرہن رہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انھیں ایسے ساتھی اور رفیق مرحمت فرمائے جو ان کی ایک ایک ادا پر جان نثار کرتے تھے اور ان کے ایک ایک قول وفعل کو محفوظ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ نبیؐ کے زمانے میں ہی صحابہ کرامؓ کی کوشش ہوتی تھی کہ ان سے زیادہ سے زیادہ فیض حاصل کریں۔ آپ کا کوئی قول یا عمل ان کی دسترس سے باہر نہ رہ جائے اور معاشرتی تقاضے بھی پورے ہوتے رہیں، اس کے لیے آپ کے ساتھیوں نے آپس میں باریاں بنا لی تھیں تاکہ غیر حاضری کے واقعات بھی ساتھیوں کے ذریعے معلوم ہوتے رہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے ہی آپ کے ساتھیوں نے آپ کی ذات والا صفات کے ایک ایک پہلو کو محفوظ کرنے کا جو سلسلہ شروع کیا، اس نے آگے چل کر سیرت نگاری کے ایک ایسے فن کی روایت ڈالی کہ جس وادی میں قدم رکھنا ہر مسلمان صاحبِ قلم اپنے لیے سعادت اور دُنیا وآخرت میں کامیابی کا ذریعہ سمجھتا ہے۔

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی محبوبیت کا یہ عالم ہے کہ مسلمانوں کے ساتھ ساتھ غیروں نے بھی آپ کی مدح وستائش میں دفتر کے دفتر سیاہ کیے ہیں۔

مغرب میں مشرقی علوم وفنون خاص طور پر اسلام اور پیغمبر اسلامؐ کے حالات و واقعات کو جاننے اور سمجھنے میں دلچسپی رکھنے والا علما اور دانشوروں کو ان کی اس دلچسپی کے سبب مستشرقین کے نام سے جانا جاتا ہے۔ ان مستشرقین کے ذریعہ سیرت پر اب تک جتنا کچھ لٹریچر وجود میں آیا ہے اس میں دو رجحان نمایاں اور بنیادی حیثیت کے حامل ہیں۔ اوّل مستشرقین کا وہ طبقہ جو اوّل روز سے ہی اپنے مذہبی وسماجی تعصب کی وجہ سے اسلام اور پیغمبر اسلام سے عداوت رکھتا ہے اور اس کی معاندانہ روش نبیؐ کے بارے میں خرافات اور بے سروپا باتیں بیان کرنے سے بھی نہیں روکتی۔ دوسرا طبقہ وہ ہے جو اپنی ذات کی حد تک انصاف و اعتدال پسند رویے کا حامل ہے اور اسلام و پیغمبر اسلام کے بارے میں ایک متوازن اور معروضی رائے قائم کرنا چاہتا ہے۔ البتہ اپنی مخصوص ذہنی و فکری تشکیل اور سماجی و ذہنی تحفظات کے سبب اس سے بھی انصاف ورواداری کا دامن جگہ جگہ چھوٹ جاتا ہے۔ پہلا طبقہ ہمارے لیے قابل اعتنا نہیں ہوسکتا، لہٰذا دوسرے طبقے سے ہی ہم سیرت پاک کے سلسلے میں رجوع کرسکتے ہیں، کیونکہ اسی سے توقع کی جاسکتی ہے کہ اس نے انصاف کے تقاضوں کو بالکل ہی پس پشت نہیں ڈالا ہوگا، لیکن یہ بھی ضروری نہیں کہ نبی پاک کی سیرت کے بارے میں اس نے جو کچھ بھی کہا یا لکھا ہو بالکل درست ہو، بلکہ غلطیوں کا امکان اس سے بھی ہے، البتہ اسے ہم لغزشوں سے تعبیر کرسکتے ہیں، جن کا ضروری نہیں کہ ارادے اور قصد سے بھی تعلق ہو۔ اب ذیل میں ہم نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بعض مشہور مستشرقین کے اقتباسات نقل کرتے ہیں۔

نبیؐ کی اثر انگیز شخصیت کے بارے میں جون ولیم ڈریپر اپنی کتاب ''اے ہسٹری آف انٹلیکچول ڈیولپمنٹ آف یورپ'' ۱۸۷۵ء میں لکھتا ہے: ''جسٹینین کی وفات کے چار سال بعد ۵۶۹ء میں مکہ میں وہ آدمی پیدا ہوا جس نے انسانیت پر تمام انسانوں میں سب سے زیادہ اثر ڈالا۔''

اسی ضمن میں عہد حاضر کا ایک مؤرّخ میخائل ایچ ہارٹ اپنی کتاب ''اے ریکنگ آف دی موسٹ انفلونشیل پرسنس اِن ہسٹری'' ۱۹۷۸ء میں رقم طراز ہے: ''قارئین میں سے ممکن ہے کچھ لوگوں کو تعجب ہو کہ میں نے دنیا جہان کی مؤثر ترین شخصیات میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو سرفہرست کیوں رکھا ہے اور مجھ سے توجیہ طلب کریں گے، حالانکہ یہ ایک حقیقت ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں صرف وہی ایک انسان ایسے تھے جو دینی اور دنیوی دونوں اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب، کامران اور سرفراز ٹھہرے۔''

ایک فرانسیسی مؤرّخ لامارٹن اپنی کتاب ''ہسٹوریا ڈیکاتورکی'' ۱۸۵۴ء میں نبیؐ کی عظمت کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے: ''عالمِ الٰہیات، فصاحت و بلاغت میں یکتائے روزگار، رسول (بانی مذہب)، آئین و قانون ساز (شارع)، سپہ سالار، فاتح اصول ونظریات، معقول عقائد کو جلا بخشنے والا، بلاتصویر مذہب کے مبلغ، بیسیوں علاقائی سلطنتوں کے معمار، دینی، رُوحانی حکومت کے مؤسس، یہ ہیں محمد رسول (جن کے سامنے پوری انسانیت کی عظمتیں ہیچ ہیں) اور انسانی عظمت کے ہر پیمانے کو سامنے رکھ کر ہم پوچھ سکتے ہیں، ہے کوئی جو، ان سے زیادہ بڑا، ان سے بڑھ کر عظیم ہو۔''

باسورتھ اسمتھ حضور نبی پاکؐ کو اپنی کتاب ''محمد اینڈ محمڈن ازم'' ۱۸۷۶ء میں یوں خراجِ عقیدت پیش کرتا ہے: ''یہ صحیح ہے کہ تاریخ کی روشنی میں ہم حیاتِ مسیح کے کچھ واقعات دیکھ سکتے ہیں، لیکن ان تیس سالوں سے کون پردہ اُٹھا سکتا ہے، جو انھوں نے (نبوت سے پہلے) گزارے۔ جو کچھ ہم جانتے ہیں، اس نے اگرچہ دنیا کی معلومات میں کسی حد تک اضافہ کردیا ہے اور آئندہ مزید انکشافات متوقع ہیں، تاہم ایک مثالی زندگی، کون جانے کتنی قریب ہے، کتنی دور، کتنی ممکن ہے اور کتنی ناممکن! ہم ابھی بہت کچھ نہیں جانتے۔ ہم ان کی ماں کے بارے میں، ان کی گھریلو زندگی کے بارے میں، ان کے ابتدائی دوست، احباب اور ان کے تعلقات باہم کے بارے میں اور اس سلسلے میں بھلا کیا جانتے ہیں کہ مسندِ نبوت پر وہ بتدریج فائز ہوئے یا وحی پاکر یکدم خدائی مشن کے حامل بن گئے۔ بہرحال کتنے ہی سوال ایسے ہیں جو ہم میں سے اکثر کے ذہنوں میں ٹکراتے ہیں، مگر وہ بس سوال ہیں، جواب کے بغیر! البتہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے معاملے میں صورت یکسر مختلف ہے۔ یہاں ہمارے پاس اندھیروں کے بجائے تاریخ کی روشنی ہے۔ ہم محمدؐ کے بارے میں اتنا ہی جانتے ہیں جتنا کہ لوتھر اور ملٹن کے بارے میں۔ یہاں واقعات کا دامن، خیال محض، قیاس، تخمین وظن، ماورائے فطرت روایات اور فسانہ وفسوں سے آلودہ ہونے کے بجائے حقائق سے آراستہ ہے اور ہم بآسانی معلوم کرسکتے ہیں کہ اصل حقیقت کیا ہے؟ یہاں کوئی شخص نہ خود اپنے آپ کو دجل وفریب میں مبتلا کرسکتا ہے نہ دوسروں کو۔ یہاں ہر چیز دن کی پوری روشنی میں جگمگا رہی ہے۔ اس میں شک نہیں کہ ان کی شخصیت کی بہت سی پرتیں ہیں اور ان میں سے ہر ایک تک ہماری رسائی ممکن نہیں ہے تاہم محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی زندگی کے متعلق ہم ہر چیز جانتے ہیں۔ ان کی جوانی، ان کی اُٹھان، ان کے تعلقات، ان کی عادتیں، ابتدائی حالات اور پہلی وحی کے نازل ہونے تک کا لمحہ، ذہنی سفر اور ارتقا وغیرہ نیز ان کی داخلی، باطنی زندگی کے متعلق بھی اور یہ کہ جب اعلانِ نبوت کر چکے تو پھر ہم ایک ایسی مکمل کتاب پاتے ہیں جو اپنی ابتدا، اپنی حفاظت اور متانت وغیرہ کے کئی پہلوؤں کے لحاظ سے بالکل ممتاز ومنفرد ہے اور اب تک ایسی کوئی معقول ومستند وجہ سامنے نہیں آئی جس کی بنیاد پر اس کتاب کے خلاف کوئی شدید اعتراض کیا جاسکے۔''

ایک اور مستشرق آرسی وی بوڈلے نبیؐ کی انفرادی شان کو اپنی کتاب ''دی میسنجر'' ۱۹۴۶ء میں اس طرح بیان کرتا ہے: ''تاریخ مذاہب اور ادیان میں محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کو ایک منفرد مقام حاصل ہے۔ وہ نہ ولی تھے نہ فرشتہ اور خاص بات یہ ہے کہ انھوں نے جو کچھ بھی کر کے دِکھایا، اس میں کوئی مافوق البشریت نہ تھی اور ان کی عظیم شخصیت میں انسانی عمل کے اعتبار سے کوئی ایسی چیز نہ تھی جو عام حالات میں ان کو دوسرے مسلمانوں سے ممتاز وممیّز کرسکے۔''

جب ایک مسیحی اخبار نے لبنان کے لاکھوں عیسائیوں کے سامنے یہ سوال پیش کیا کہ دنیا کا سب سے بڑا انسان کون ہے؟ تو اس پر ایک مسیحی عالم (داور مجاعص) کا تبصرہ یہ تھا:

> **''دُنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس کے مختصر زمانے میں ایک نئے مذہب، ایک نئے فلسفے، ایک نئی شریعت، ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی۔ جنگ کا قانون بدل دیا اور ایک نئی قوم پیدا کی اور ایک نئی طویل العمر سلطنت قائم کردی، لیکن ان تمام کارناموں کے باوجود وہ اُمّی اور ناخواندہ تھا۔ وہ کون؟ محمد بن عبداللہ قریشی۔''**

''دُنیا کا سب سے بڑا انسان وہ ہے جس نے دس برس کے مختصر زمانے میں ایک نئے مذہب، ایک نئے فلسفے، ایک نئی شریعت، ایک نئے تمدن کی بنیاد رکھی۔ جنگ کا قانون بدل دیا اور ایک نئی قوم پیدا کی اور ایک نئی طویل العمر سلطنت قائم کردی، لیکن ان تمام کارناموں کے باوجود وہ اُمّی اور ناخواندہ تھا۔ وہ کون؟ محمد بن عبداللہ قریشی، عرب اور اسلام کا پیغمبر! اس عظیم پیغمبر نے اپنی عظیم الشان تحریک کی ہر ضرورت کو خود ہی پورا کردیا اور اپنی قوم اور اپنے پیروؤں کے لیے اور اس سلطنت کے لیے جس کو اس نے قائم کیا، ترقی اور دوام کے اسباب بھی خود مہیا کردیے۔''

حضور سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے مقام ومرتبے کا بیان گاڈ فرے ڈی ممبائز ''مسلم انسٹی ٹیوشنز'' ۱۹۵۰ء میں اس طرح کرتا ہے: ''محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ایک رسول تھے نہ کہ صوفی، یہ حقیقت اتنی واضح ہے کہ کوئی کہہ کر بھی شرمندہ ہوجائے۔ وہ، جو ان کے گرد جمع ہوئے اور جو ملت اسلامیہ کے اوّلین ارکان تھے، وہ قانون کی اطاعت پر، توحید الٰہی پر راضی تھے اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی تعلیمات اور ان کے اسوہ کی پیروی پر اکتفا کرنے والے تھے۔ وہ مطمئن تھے کہ وہ ایک سیدھے سادے اور مضبوط دین کے پیرو ہیں، جو مختصر عبادات اور چند مراسم پر مشتمل تھا۔''

مسیحی علماء ایک طویل عرصے تک نبیؐ کو جھوٹا ثابت کرنے پر تلے رہے۔ ان کی تردید جی ڈبلیو لیتھر ''محمڈن ازم'' ۱۸۹۳ء میں اس طرح کرتا ہے: ''محمد نے ازخود معصومیت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ ایک موقع پر تو ایسی وحی نازل ہوئی، جس میں انھیں تنبیہ کی گئی کہ انھوں نے ایک باعزت شہری سے بات کرنے میں ایک فقیر سے منہ کیوں موڑا؟ پھر انھوں نے اس وحی کو شائع بھی کیا۔ یہ وہ آخری دلیل ہے جس کی روشنی میں اس بات کی تردید ہوجاتی ہے کہ وہ (نعوذ باللہ) ایک مدعی کاذب تھے، جیسا کہ معصوم مسیحی اس عظیم عرب کو الزام دیتے ہیں۔''

مشہور مستشرق مین پول ''دی اسپیچز'' اینڈ ٹیبل ٹاک آف دی پرافٹ محمد'' ۱۸۸۲ء میں نبیؐ کے اخلاقِ کریمہ کی گواہی ان الفاظ میں دیتا ہے: ''اخلاق وعادات میں وہ حد درجہ سادہ تھے، البتہ اپنے معمولات میں وہ بہت محتاط تھے۔ ان کا کھانا پینا، ان کا لباس اور فرنیچر وغیرہ وہی معمولی درجہ کا تھا اور ہمیشہ وہی رہا، جبکہ وہ اپنی طاقت وحکومت کی معراج تک پہنچے۔ انھیں تخیل وتصور کی بے پناہ قوتیں اور صلاحیتیں ودیعت ہوئی تھیں۔ ان کا ذہن رسا تھا اور نازک سے نازک جذبات و احساسات کا پرتو قبول کرلیتا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ وہ پردے کے پیچھے بھی ایک کنواری سے زیادہ باحیا عفت مآب اور شرمیلے تھے۔ اپنے چھوٹوں سے انتہائی رعایت کرتے اور یہ پسند نہ کرتے کہ ان کی کمزوریوں کو تلاش کر کے مذاق اُڑایا جائے۔ ان کا خادم انس کہتے ہیں کہ میں دس سال تک ان کی خدمت میں رہا، لیکن انھوں نے کبھی اُف تک نہ کہا۔ انھیں بچوں سے بہت محبت تھی، وہ انھیں راستے میں روک لیتے اور ان کے سروں پر ہاتھ پھیرتے۔ انھوں نے زندگی میں کسی کو نہیں مارا۔ اگر کسی کے بارے میں انتہائی برائی بیان کرتے تو بس اتنا کہتے کہ ''اسے کیا ہوگیا ہے؟ اس کی پیشانی خاک آلود ہو۔'' جب ان سے کسی کے بارے میں بددعا کرنے کی درخواست کی جاتی تو فرماتے: ''میں بددعا کرنے کے لیے نہیں بھیجا گیا ہوں۔ میں تو انسانیت کے لیے رحمت بنا کر بھیجا گیا ہوں۔'' وہ بیماروں کی عیادت کرتے، کوئی جنازہ ملتا تو پیچھے چلتے، غلام کی دعوت کو بھی قبول کرلیتے، اپنے کپڑوں کی مرمت خود کرلیتے، بکریوں کا دودھ خود دوہ لیتے اور دوسروں کا ہمہ تن انتظار کرلیتے۔ وہ اپنی ازواج کے ساتھ ایک قطار میں بنے ہوئے چھوٹے چھوٹے معمولی مکانوں میں رہتے تھے۔ وہ آگ خود جلا لیتے، فرش کی جھاڑو دے لیتے، تھوڑا بہت کھانا جو کچھ بھی گھر میں موجود ہوتا، اس میں وہ لوگ ہمیشہ شریک ہوتے جو وہاں موجود ہوتے۔ ان کے گھر کے باہر ایک چھپّر (صفہ) تھا جہاں ایسے متعدد غریب افراد موجود رہتے جن کی گزر بسر کا تمام تر انحصار ان ہی کی فیاضی پر منحصر تھا۔''

ایچ جی ویلز نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کی گواہی اس طرح دیتا ہے: ''یہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے صدق کی دلیل قاطع ہے کہ ان سے قربت رکھنے والے لوگ ان پر ایمان لائے، حالانکہ وہ ان کے اسرار و رموز سے پوری طرح واقف تھے اور اگر انھیں ان کی صداقت میں ذرّہ برابر بھی شبہ ہوتا تو ان پر وہ ہرگز ایمان نہ لاتے۔''

یہ ہیں چند نمونے جو محمدؐ کی صداقت وعظمت اور شخصیت وانسانیت کے بارے میں مغرب کے بعض مستشرقین نے اپنی تصانیف میں ذکر کیے ہیں۔ استشراقی علمی سرمایے سے اگر نبیؐ کے بارے میں مستشرقین کے اعتراضات کو ہی جمع کرنا ہوتو اس کے لیے کئی ضخیم جلدیں درکار ہوں گی۔ بہرحال یہ نمونے اس کے لیے کافی ہیں کہ نبی رحمۃ للعالمین تھے اور پوری انسانیت کی نجات وکامیابی کے لیے آپ کی بعثت ہوئی تھی۔ □□

عالمی خبریں

بھوک وافلاس پر عالمی رپورٹ جاری، انڈیا میں غربت پاکستان سے زیادہ

دنیا میں بھوک وافلاس کی صورتحال کے حوالے سے 'گلوبل ہنگر انڈیکس ۲۰۲۱ء' کی رپورٹ شائع ہوئی ہے جس کے مطابق انڈیا کا درجہ پاکستان، بنگلہ دیش اور نیپال سے نیچے چلا گیا ہے۔ رپورٹ کے مطابق ۱۱۶ ممالک کی فہرست میں انڈیا کا نمبر ۹۴ سے بڑھ کر ۱۰۱ ہوگیا ہے۔ دنیا میں چین، برازیل اور کویت کے اندر بھوک وافلاس سب سے کم ہے اور ان تینوں ممالک کا درجہ پانچ سے نیچے ہے۔ رپورٹ میں انڈیا کے درجے کو تشویشناک قرار دیا گیا ہے۔ گلوبل ہنگر انڈیکس میں کسی ملک کے سکور کو چار اعشاریوں کے تحت ماپا جاتا ہے جس میں پانچ برس سے کم بچوں کے اندر غذایت کی کمی، بچوں کا قد نہ بڑھنا اور ان کی اموات شامل ہیں۔ رپورٹ میں کہا گیا ہے کہ انڈیا کے ہمسایہ ممالک پاکستان (۹۲)، بنگلہ دیش (۷۶)، میانمار (۷۱) اور نیپال (۷۶) میں بھی صورتحال بہتر نہیں ہے، لیکن انھوں نے انڈیا کے مقابلے میں اپنے شہریوں کو خوراک کے حوالے سے بہتر سہولیات دی ہیں۔ تاہم انڈیا نے پانچ برس سے کم بچوں کی شرح اموات اور غذایت کی کمی پوری کرنے میں بہتری دکھائی ہے۔

سابق امریکی صدر بل کلنٹن کی طبیعت خراب، اسپتال میں داخل

امریکہ کے سابق صدر بل کلنٹن کو دو دن قبل علاج کی غرض سے کیلی فورنیا کے اروین ہسپتال میں داخل کیا گیا۔ ان کے ترجمان کا کہنا ہے کہ سابق صدر کورونا وائرس کے انفیکشن میں مبتلا نہیں ہیں۔ ۷۵ سالہ بل کلنٹن کے ترجمان اینجل اورینا نے اپنے ٹوئٹر اکاؤنٹ پر لکھا ہے کہ منگل کی شام کو سابق صدر بل کنٹن کو 'نان کووڈ انفیکشن' کے علاج کے لیے یوسی اِرْوَی میڈیکل سینٹر میں داخل کیا گیا ہے۔ انھوں نے مزید بتایا کہ ان کا علاج جاری ہے، وہ بہتر ہیں اور انہیں بہترین علاج فراہم کرنے پر ڈاکٹر، نرسوں اور عملے کے انتہائی شکرگزار ہیں۔ امریکی نشریاتی ادارے سی این این نے اپنی رپورٹ میں بتایا ہے کہ سابق صدر کا یونیورسٹی آف کیلیفورنیا اروین کے میڈیکل سینٹر میں علاج کرنے والے ڈاکٹرز کے مطابق کلنٹن کو انتہائی نگہداشت کے یونٹ میں رکھا گیا ہے تاکہ انہیں پرائیویسی مل سکے، وہ وینٹی لیٹر پر نہیں ہیں۔ سی این این کے مطابق ان کی طبیعت کی خرابی دل کی بیماری یا کورونا وائرس سے متعلقہ نہیں ہے۔

سڈنی میں غیر ملکی مسافروں کیلئے ہوٹل میں قرنطینہ کی شرط ختم

سڈنی غیر ملکی مسافروں کے لیے آئندہ ماہ سے لازمی قرنطینہ کی پابندی ختم کر رہا ہے جو کورونا وائرس کی وبا کے پیش نظر نافذ کی گئی سخت پابندیوں کے خاتمے کی طرف ایک اشارہ ہے۔ فرانسیسی خبر رساں ایجنسی اے ایف پی کے مطابق آسٹریلیا کی سرحدیں ۱۹ ماہ سے کووڈ کے پھیلاؤ کی روک تھام کی وجہ سے بند ہیں جس کی وجہ سے بیرون ملک مقیم ہزاروں آسٹریلوی شہری پھنس کر رہ گئے تھے اور ناقدین نے آسٹریلیا کو 'تنہا ریاست' قرار دیا تھا۔ آسٹریلیا میں داخل ہونے والے ہر شخص کو ہوٹل میں چودہ دن کے قرنطینہ کے لیے ہزاروں ڈالر خرچ کرنا پڑ رہے تھے۔ یکم نومبر سے ویکسین کی مکمل خوراکیں لینے والے مسافروں کے لیے ضروری ہے کہ طیارے میں سوار ہونے سے پہلے ان کا کورونا ٹیسٹ منفی ہو تاہم انہیں پہنچنے پر خود کو قرنطینہ نہیں کرنا پڑے گا۔

معجزۂ معراج النبیؐ میں امت محمدیہ کی اخلاقی اصلاح کے چند پہلو

تحریر: ڈاکٹر عبدالحلیم محمود
ترجمانی: ڈاکٹر ممتاز احمد سدیدی

رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات براق پر سوار قاب قوسین کی طرف بلندیوں کا سفر طے کرتے رہے۔ آپؐ کو ایسے بلند مقامات عطا ہوئے کہ ان مراتب کے بعد بھی لاتعداد عظمتوں اور بلندیوں کا نہ ختم ہونے والا سلسلہ ہے۔ آپؐ کو جب بھی اللہ رب العزت کی بارگاہ سے نعمتیں عطا ہوئیں تو آپؐ نے تحدیث نعمت اور شکریہ کے طور پر لوگوں کو ان نعمتوں کے حوالے سے آگاہ بھی فرمایا۔ انھی نعمتوں اور بلندیوں میں سے ایک معراج بھی ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ قرآن کریم میں اسراء اور معراج کا ذکر یوں فرماتا ہے:

''وہ ذات (ہر نقص اور کمزوری سے) پاک ہے جو رات کے تھوڑے سے حصہ میں اپنے (محبوب اور مقرب) بندے کو مسجد حرام سے اس مسجد اقصیٰ تک لے گئی جس کے گرد ونواح کو ہم نے بابرکت بنادیا ہے تاکہ ہم اس (بندۂ کامل) کو اپنی نشانیاں دِکھائیں، بیشک وہی خوب سننے والا، خوب دیکھنے والا ہے۔'' (سورہ بنی اسرائیل:۱)

اسی بے مثال واقعہ کا تذکرہ سورۃ النجم کی پہلی اٹھارہ آیاتِ مبارکہ میں بھی آیا ہے جہاں اللہ رب العزت نے والنجم اذا ھویٰ کے الفاظ سے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے واقعہ معراج کے بیان کا آغاز فرمایا۔

اسراء اور معراج کے حوالے سے کثیر احادیث ہیں۔ ان میں سے بعض احادیث دیگر بعض احادیث کو مکمل کرتی ہیں۔ انھیں چھبیس سے زیادہ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے روایت کیا۔ ہم یہاں اس موضوع کی تفصیلات کا ذکر نہیں کریں گے کیونکہ یہ واقعہ مسلمانوں میں معروف ہے۔ ہم اس واقعہ کے فقط اخلاقی پہلو کا تذکرہ کریں گے۔

واقعہ معراج کو کچھ لوگ سنتے ہیں تو وہ اس واقعہ کے ظاہری پہلوؤں تک محدود رہتے ہیں اور پھر ایک بحث میں الجھ جاتے ہیں کہ کیا یہ خواب کا معاملہ تھا یا بیداری کا؟ کیا یہ سفر روح وجسم کا تھا یا فقط روح کا؟ کیا یہ معجزہ دن کو رونما ہوا یا رات کو؟ یہ سارے سوالات اس وقت اُٹھتے ہیں جب قلوب میں ایمانی حرارت معدوم ہوجائے۔

دوسری طرف اس خبر کو ایک قوم نے یوں سنا کہ یہ خبر ان کے دلوں کی گہرائی میں اتر گئی تب وہ لوگ طبعی صورت میں اس واقعہ کی روح کی طرف متوجہ ہوئے۔ انھوں نے یہ خیال کیا کہ یہ خبر ایسی ہدایات پر مشتمل ہے جنھیں سرسری نظر سے دیکھنا مناسب نہیں۔ اس میں امت محمدیہ کے لیے چند ہدایات ہیں:

مقام مصطفی سے آگھی

اللہ تبارک وتعالیٰ جن انوار وتجلیات کو لوگوں کی ہدایت کے لیے اپنے انبیاء اور مرسلین کے ذریعے دنیا میں بھیجتا رہا، رحمت دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم اس سلسلے کی آخری کڑی ہیں تاکہ یہ انوار وتجلیات انسانیت کو ہدایت کی طرف رہنمائی کریں۔ انھیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک لے جائیں، اہل ایمان کو پاکیزگی کے اعلیٰ ترین مقامات اور حقداروں کو ان کے مطلوبہ کمال تک پہنچائیں۔

> **واقعہ معراج کو کچھ لوگ سنتے ہیں تو وہ اس واقعہ کے ظاہری پہلوؤں تک محدود رہتے ہیں اور پھر ایک بحث میں الجھ جاتے ہیں کہ کیا یہ خواب کا معاملہ تھا یا بیداری کا؟ کیا یہ سفر روح و جسم کا تھا یا فقط روح کا؟ کیا یہ معجزہ دن کو رونما ہوا یا رات کو؟ یہ سارے سوالات اس وقت اُٹھتے ہیں جب قلوب میں ایمانی حرارت معدوم ہوجائے۔ دوسری طرف اس خبر کو ایک قوم نے یوں سنا کہ یہ خبر ان کے دلوں کی گہرائی میں اتر گئی تب وہ لوگ طبعی صورت میں اس واقعہ کی روح کی طرف متوجہ ہوئے۔ انہوں نے یہ خیال کیا کہ یہ خبر ایسی ہدایات پر مشتمل ہے جنھیں سرسری نظر سے دیکھنا مناسب نہیں۔ اس میں امت محمدیہ کے لیے چند ہدایات ہیں**

آپؐ کی ہر جہت سے اکملیت کے پیش نظر آپؐ کو بیت المقدس میں تمام انبیاء اور مرسلین کی امامت کا اعزاز عطا فرمایا گیا اور اسی لیے آپؐ کو مقربین میں بھی امتیازی قرب کا شرف بخشا گیا۔

آپؐ زمینوں اور آسمانوں سے گزرتے ہوئے بلکہ ساری کائنات سے گزر کر وہاں پہنچے جہاں کبھی کوئی بشر تو کیا ملائکہ کے سردار جبرئیل امین بھی نہیں پہنچے۔ آپؐ 'قاب قوسین' یا اس سے بھی زیادہ قرب کے مقام پر فائز ہوئے، جیسے کہ معراج کی روایات بتاتی ہیں کہ انبیاء اور رسول آسمانوں پر موجود تھے اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ان آسمانوں اور انبیاء ومرسلین کو ایک ایک کرکے پیچھے چھوڑتے ہوئے آگے ہی بڑھتے چلے گئے تھے۔

روایات معراج کے مطابق معراج ایک مکانی معاملہ تھا مگر یہ بطریق اولیٰ ایک روحانی معاملہ بھی تھا، یعنی رسول اکرم اپنے لمحہ بہ لمحہ بڑھتے ہوئے روحانی درجات کی اس بلندی تک پہنچ گئے کہ اپنی روحانیت کے سبب حضرت آدم علیہ السلام سے آگے بڑھ گئے جو کہ پہلے آسمان پر تھے پھر حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ علیہما السلام سے بھی آگے بڑھ گئے جو کہ دوسرے آسمان پر تھے۔ آپؐ کی روحانیت حضرت یوسفؑ سے بھی آگے بڑھ گئی جو کہ تیسرے آسمان پر تھے۔ پھر آپؐ روحانیت میں حضرت ابراہیمؑ سے بھی آگے بڑھ گئے جو کہ ساتویں آسمان پر تھے۔ آپؐ یہ سارے مرحلے طے کرتے ہوئے آگے بڑھتے رہے حتیٰ کہ کائنات کو بھی پیچھے چھوڑتے ہوئے سدرۃ المنتہیٰ تک پہنچ گئے جہاں نہ کبھی کسی مقرب فرشتے کو رسائی حاصل ہوئی اور نہ ہی کوئی مبعوث کیا ہوا رسول پہنچ پایا۔

یہ آپ سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا مقام اور مرتبہ تھا کہ جہاں ''بے شک انھوں نے (معراج کی شب) اپنے رب کی بڑی نشانیاں دیکھیں'' (سورۃ النجم:۱۸) لیکن بعض ناسمجھ ہمیں اس بلند و بالا آفاق، آسمانوں اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ سے اتار لیتے ہیں۔ وہ کم فہم ہمیں پستیوں کی طرف لے جانے کی یوں کوشش کرتے ہیں کہ وہ اسراء اور معراج پر جھگڑا کرتے ہیں کہ کیا معراج بیداری میں ہوا یا خواب میں؟ استغفراللہ! میں اللہ سے مغفرت کا طالب ہوں اور اس کی طرف رجوع کرتا ہوں۔ ایسی بات پر جھگڑا ایمان کی کمزوری اور جھگڑنے والے کے دل میں ایمانی حرارت کی کمی پر دال ہے۔

اخلاقی رہنمائی

معراج کی صورت میں آپؐ کو جو کچھ عطا کیا گیا وہ سب ہمیں جنابِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبہ ومقام سے آگاہ کرتے ہیں۔ ہمارے دل میں ان امور پر اطلاع کے ذریعے آپؐ کے لیے احترامِ محبت اور اتباع کے جذبہ میں اضافہ ہوتا ہے اس لیے کہ معراج کے واقعہ کے ضمن میں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عطا کی ہوئی ہدایت اور رہنمائی اخلاقی رموز پر مشتمل ہے جو دین اور فضیلت والے اخلاص کے درمیان مضبوط رابطہ استوار کرتی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے کہ اسلام کے سائے میں اعلیٰ اخلاق دین کا ایسا اٹوٹ انگ ہیں کہ وہ کبھی دین سے جدا نہیں ہوتے۔ یہ اخلاق دین کے سرچشمے سے ہی پھوٹتے ہیں اور دین ہی کی بنیاد پر استوار ہوتے ہیں۔ ان اسلامی اخلاق کا سرچشمہ بھی ربانی ہے۔

اسلام کے نقطۂ نظر سے اخلاق کا پیمانہ دینی بنیادیں ہیں۔ وہ دینی بنیادیں جو قرآن میں بیان کی گئی ہیں اور وہ فضیلت والے اخلاق جو اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے عطا فرمائے۔ قرآن کریم نے ان اخلاقِ عالیہ کی واضح عربی اسلوب میں تحدید فرمائی۔ خاص طور پر واقعہ معراج میں قرآن نے اخلاق کے حوالے سے رمزی اور مؤثر اسلوب میں گفتگو فرمائی ہے جسے حدیث رسول نے مزید وضاحت کے ساتھ بیان فرمایا۔

جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات رب کی نشانیاں دیکھنے چلے تو آپؐ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جو کھیتی بوتے اور اُسی دن اُسے کاٹ بھی لیتے تھے۔ جونہی وہ کھیتی کاٹتے وہ پھر ویسی کی ویسی ہوجاتی رحمت عالمؐ نے جبرئیل سے فرمایا: ''یہ کیا ہے؟''

جبرئیل یوں عرض گزار ہوئے: ''یہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کرنے والے ہیں، ان کی نیکی کو سات سو گنا بڑھا دیا جاتا ہے۔ یہ مجاہدین جو کچھ خرچ کرتے ہیں وہی ان کو پھر مل جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رزق دینے والا بہترین رب ہے۔''

پھر آپؐ ایسے لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے سر پتھروں سے کچلے جارہے تھے۔ ان لوگوں کے سر جونہی کچلے جاتے وہ پھر سے صحیح سالم حالت میں آجاتے۔ یہ عمل مسلسل جاری تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ''جبرئیل! یہ کیا ہے؟'' جبرئیل نے یوں جواب دیا: ''یہ وہ لوگ ہیں جن کے بوجھل سر انھیں فرض نمازوں سے روک دیتے ہیں۔''

پھر آپؐ ایسے برہنہ لوگوں کے پاس سے گزرے جن کے جسموں پر آگے پیچھے چیتھڑے لٹکے ہوئے تھے اور وہ جانوروں کی طرح چر رہے تھے۔ زقوم (تھوہر) اور دوزخ کے پتھر کھا رہے تھے۔ آپؐ نے فرمایا: ''یہ کون ہیں؟'' جبرئیل یوں عرض گزار ہوئے: ''یہ وہ لوگ ہیں جو زکوٰۃ ادا نہیں کرتے ہیں۔''

پھر آپؐ ایک ایسے آدمی کے پاس سے گزرے جس نے لکڑیوں کا اتنا بڑا اگٹھا جمع کر رکھا تھا جو اس سے اُٹھایا نہیں جارہا تھا مگر وہ پھر بھی مزید لکڑیاں جمع کرتا جارہا تھا۔ آپؐ نے فرمایا: ''جبرئیل! یہ کیا معاملہ ہے؟'' جبرئیل یوں عرض گزار ہوئے: ''یہ آپؐ کی امت کے اس شخص کی مثال ہے جس کے ذمے لوگوں کی اتنی امانتیں ہیں کہ وہ ان کی ادائیگی پر قادر نہیں لیکن وہ اس بات کے باوجود مزید امانتوں کا بوجھ اُٹھا رہا ہے۔''

پھر آپؐ نے ایسے لوگ ملاحظہ فرمائے جن کی زبانوں اور ہونٹوں کو لوہے کی قینچیوں سے کاٹا جارہا تھا۔ جونہی ان کی زبانیں اور ہونٹ کاٹے جاتے ان کی زبانیں اور ہونٹ پھر ویسے کے ویسے ہوجاتے۔ آپؐ نے فرمایا: ''جبرئیل یہ کون ہیں؟ جبرئیل امین یوں گویا ہوئے: ''یہ فتنہ پرور خطیب ہیں۔''

پھر آپؐ ایک ایسے چھوٹے سوراخ کے قریب تشریف لائے جس میں سے ایک عظیم الجثہ بیل نکلتا ہے اور پھر سے اس سوراخ میں داخل ہونا چاہتا ہے مگر اس میں داخل نہیں ہوپاتا۔ آپؐ نے فرمایا: ''جبرئیل یہ کیا ماجرا ہے؟'' جبرئیل یوں لب کشا ہوئے: ''یہ اس شخص کی مثال ہے جو بولتا ہے تو منہ سے بہت بڑی بات نکالتا ہے، پھر اپنی بات پر نادم ہوتا ہے تو وہ اپنی کہی ہوئی بات کو واپس نہیں لوٹا سکتا۔'' ◻◻

آپ ﷺ سچ فرماتے ہیں

چاشت کا وقت تھا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بیت اللہ کے پاس تشریف فرما تھے، آپؐ کا دہن مبارک ذکر وتسبیح سے معطر ہورہا تھا کہ خدا کے دشمن ابوجہل کی آپؐ پر نظر پڑی جو اپنے گھر سے نکل کر بیت اللہ کے اردگرد بے مقصد پھر رہا تھا، وہ بڑے فخر وتکبر کے انداز میں حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب آیا اور ازراہِ مزاح کہنے لگا: ''اے محمد! کیا کوئی نئی بات پیش آئی ہے؟'' حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں آج کی رات مجھے معراج کرائی گئی۔'' ابوجہل ہنسا اور تمسخر کے انداز میں کہنے لگا: ''کس طرف؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''بیت المقدس کی جانب۔'' ابوجہل نے تھوڑی دیر کے لیے ہنسنے سے توقف اختیار کیا، پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب ہوکر آہستہ آواز میں تعجب آمیز لہجے میں کہنے لگا: ''رات آپ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی اور صبح کو آپ ہمارے سامنے پہنچ بھی گئے؟ ارے محمد! اگر میں سب لوگوں کو جمع کروں تو کیا وہ بات جو آپؐ نے مجھے بتائی ہے ان سب کو بھی بتادیں گے؟'' حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''ہاں میں ان کو بھی بیان کردوں گا۔''

چنانچہ ابوجہل لوگوں کو جمع کرنے لگا اور ان کو آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی بتائی ہوئی بات بتانے لگا۔ لوگ اظہارِ تعجب کرنے لگے اور اس خبر کو ناقابل یقین سمجھنے لگے۔ اسی دوران چند آدمی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پاس پہنچے اور ان کو بھی اس امید پر ان کے رفیق اور دوست کی خبر سنائی کہ ان کے درمیان جدائی اور علاحدگی ہوجائے۔ حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بات سنی تو فرمایا: اگر یہ بات حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے تو یقیناً درست فرمائی ہے۔ پھر فرمایا: تمہارا ستیاناس ہو! میں تو ان کی اس سے بھی بعید از عقل بات کی تصدیق کرسکتا ہوں اور کروں گا۔ جب میں صبح وشام آپؐ پر آنے والی وحی کی تصدیق کرتا ہوں تو کیا آپؐ کی اس بات کی تصدیق وتائید نہیں کروں گا کہ آپؐ کو بیت المقدس کی سیر کرائی گئی۔ پھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو چھوڑ دیا اور جلدی سے اس جگہ پر پہنچے جہاں حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف فرما تھے اور لوگ آپؐ کے اردگرد بیٹھے تھے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان کو بیت المقدس کا واقعہ بیان کررہے تھے۔ جب بھی حضور آپؐ کوئی بات ارشاد فرماتے تو صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے کہ آپؐ نے سچ فرمایا۔ آپؐ نے سچ فرمایا۔ پس اس روز سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا نام 'الصدیق' رکھ دیا۔

یہاں ثیرب کے نظارے وہاں قرآں کے سیپارے

مولانا ڈاکٹر مصطفی حسن فریاد علوی

ہدایت کے کہیں چشمے کہیں نوروں کے فوارے
یہاں ثیرب کے نظارے وہاں قرآں کے سیپارے

نمودِ گنبد خضرا پہ مد و جزر پنہانی
عجب کیفیتیں دل کی عجب آنکھوں میں نظارے

شفیع المذنبیں پر میں ہوں سو سو جان سے قرباں
بلا سے میرے کاندھے پر گناہوں کے ہیں پشتارے

کسی کے حسن تاباں سے بنے لاکھوں مٹے لاکھوں
ہزاروں جان سے قرباں ہزاروں جان سے وارے

ضلالت شرم کے مارے چھپائے منہ ہدایت سے
وہاں دوزخ کے انگارے یہاں جنت کے فوارے

دوئی کی کیسی تصویریں کہ خاکے تک نہیں ملتے
بجے یکتائی کے ڈنکے بجے وحدت کے نقارے

ستم رانی ستم رانوں کی دیکھیں اور دعائیں دیں
خوشا محبوب آں بارے زہے مطلوب دیدارے

مدینہ کیا ہے گویا ایک نظاروں کی بستی ہے
ادھر دیکھیں تو نظارے ادھر دیکھیں تو نظارے

دہائی ہے دہائی ناخدا! کشتی بھنور میں ہے
چنیں بحرے ست مواجے چناں دریائے زخارے

یہ دنیا بے وفا ایسی کبھی اِس کی کبھی اُس کی
رہے سب ٹھاٹھ جوں کے توں چلے جب لاد بنجارے

رسالت کو ہے ناز، ان پر نبوت کو شرف ان سے
حقیقت بول خود اٹھے کہ ہر مردے وہر کارے

سبھی نے نور پایا ہے اسی بطحا کے کوکب سے
وہ ہوں مہر مہِ تاباں ثوابت ہوں کہ سیارے

تری چوکھٹ پر کیا کیا دیکھتے ہیں دیکھنے والے
چہ رنگینی چہ دامانے، چہ گل چینے چہ گلزارے

صفحہ تحفظ ختم نبوت

مہدیؑ کی آمد - قرآن وسنت کی روشنی میں (۳)

تحریر: مولانا بدر عالم میرٹھی مہاجر مدنیؒ

یہ تمام صفات ان صحیح حدیثوں سے ثابت ہیں جن میں محدثین کوکوئی کلام نہیں، اب گفتگو ہے تو صرف اتنی بات میں ہے کہ یہ خلیفہ کیا امام مہدی ہیں یا کوئی اور دوسرا خلیفہ۔ دوسرے نمبر کی حدیثوں میں یہ تصریح موجود ہے کہ یہ خلیفہ امام مہدی ہوں گے، ہمارے نزدیک صحیح مسلم کی حدیثوں میں جب اس خلیفہ کا تذکرہ آچکا ہے تو پھر دوسرے نمبر کی حدیثوں میں جب وہی تفصیلات اس کے نام کے ساتھ مذکور ہیں تو ان کو بھی صحیح مسلم ہی کی حدیثوں کے حکم میں سمجھنا چاہیے، اس لیے اب اگر یہ کہہ دیا جائے کہ امام مہدی کا ثبوت خود صحیح مسلم میں موجود ہے تو اس کی گنجائش ہے، مثلاً جب صحیح مسلم میں موجود ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام جب اتریں گے تو اس وقت مسلمانوں کا ایک امیر امامت کے لیے مصلّے پر آچکا ہوگا تو اب جن حدیثوں میں اس خلیفہ کا نام امام مہدی بتایا گیا ہے، یقیناً وہ اسی مبہم خلیفہ کا بیان کیا جائے گا، یا مثلاً صحیح مسلم میں ہے کہ آخر زمانے میں ایک خلیفہ ہوگا جو بے حساب مال تقسیم کرے گا، اب اگر دوسری حدیثوں سے ثابت ہوتا ہے کہ مال کی یہ داد و دہش امام مہدی کے زمانے میں ہوگی تو صحیح مسلم کی اس حدیث کا مصداق امام مہدی کو قرار دینا بالکل بجا ہوگا۔ اسی طرح جنگ کے جو واقعات صحیح مسلم میں ابہام کے ساتھ ذکر کیے گئے ہیں اگر دوسری حدیثوں میں وہی واقعات امام مہدی کے زمانے میں ثابت ہوتے ہیں تو یہ کہنا بالکل قرین قیاس ہوگا کہ صحیح مسلم میں جنگ کے جو واقعات مذکور ہیں، وہ امام مہدی ہی کے دور کے واقعات ہیں، غالباً ان ہی وجوہات کی بنا پر محدثین نے بعض مبہم حدیثوں کو امام مہدی ہی کے حق میں سمجھا ہے اور اسی باب میں ان کو ذکر کیا ہے جیسا کہ امام ابوداؤد نے بارہ خلفاء کی حدیث کو امام مہدی کے باب میں ذکر فرما کر اس طرف اشارہ کیا ہے کہ وہ بارہواں خلیفہ یہی امام مہدی ہیں۔

رب العالمین کی وہ عجیب حکمت ہے کہ جب کسی اہم شخصیت کے متعلق کوئی پیش گوئی کی گئی ہے تو اس کی اس آزمائشی زمین پر ہمیشہ اس نام کے کاذب مدعی چاروں طرف سے پیدا ہونے شروع ہوگئے ہیں اور اس طرح ایک سیدھی بات آزمائشی منزل بن کر رہ گئی ہے، مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے متعلق صریح سے صریح الفاظ میں پیش گوئی کی گئی جس میں کسی دوسرے شخص کی آمد کا کوئی احتمال ہی نہیں ہوسکتا، اس کے باوجود نہ معلوم کتنے مدعی مسیحیت پیدا ہوگئے، آخر یہ ایک سیدھی پیش گوئی ایک معمہ بن کر رہ گئی، اسی طرح جب حضرت امام مہدی کے حق میں پیش گوئی کی گئی تو گزشتہ زمانے میں یہاں بھی بہت سے اشخاص مہدویت کے مدعی پیدا ہوگئے۔ چنانچہ محمد بن عبداللہ یہ النفس الزکیہ کے لقب سے مشہور تھے، اسی طرح محمد بن مرتوت، عبیداللہ بن میمون قداح، محمد جونپوری وغیرہ نے اپنے اپنے زمانے میں مہدویت کا دعویٰ کیا۔ شیخ سیّد برزنجی لکھتے ہیں کہ ان کے زمانے میں مقام ازمک میں بھی یک شخص نے مہدویت کا دعویٰ کیا، سید موصوف نے ایک اور کردی شخص کے متعلق بھی لکھا ہی کہ عقر کے پہاڑوں میں اس نے بھی مہدی ہونے کا دعویٰ کیا، ان سب اشخاص کے واقعات تاریخ میں تفصیل کے ساتھ مذکور ہیں اور وہ مقام مصائب و آلام بھی مذکور ہیں جو ان بدبختوں کے ہاتھ مسلمانوں پر توڑے گئے تھے۔

رافضی جماعت کا تو مستقل یہ ایک عقیدہ ہی ہے کہ محمد بن حسن عسکری مہدی موعود ہے، ان کے خیالات کے مطابق وہ اپنے طفولیت کے زمانے ہی سے لوگوں کی نظروں سے غائب ہوکر کسی مخفی غار میں پوشیدہ ہیں اور یہ جماعت آج تک انہی کے ظہور کی منتظر ہے اور مصیبتوں میں انہی کو پکارتی پھرتی ہے، ان مفترین کی تاریخ اور روافض کی اس وہم پرستی اور بے بنیاد عقیدہ کی وجہ سے بعض اہل علم کے ذہن اس طرف منتقل ہوگئے کہ اگر علمی لحاظ سے مہدی کے وجود ہی کا انکار کردیا جائے تو اس تمام بحث وجدل سے امت مسلمہ کی جان چھوٹ جائے اور روزمرہ نئی نئی آزمائشوں کا اس کو مقابلہ نہ کرنا پڑے، چنانچہ ابن خلدون مؤرخ نے اسی پر پورا زور صرف کیا ہے اور چونکہ تاریخی لحاظ سے علمی طبقہ میں اس کو اونچا مقام حاصل ہے اس لیے اس قسم کے مزاجوں کے لیے اس کا انکار کرنا اور تقویت کا باعث بن گیا پھر بعد میں اسی کے اعتماد پر اس مسئلہ کا انکار چلتا رہا ہے۔ محدثین علماء نے ہمیشہ اس انکار کو تسلیم نہیں کیا اور خود مورخ موصوف کے زمانے میں بھی اس پیش گوئی کے اثبات پر تالیفات کی گئیں جن میں سے اس وقت 'ابزار الوهم المكتون من كلام ابن خلدون' کا نام ہمارے علم میں بھی ہے مگر یہ رسالہ ہم کو دستیاب نہیں ہوسکا۔ امام قرطبی، شیخ جلال الدین سیوطی، سیّد برزنجی، شیخ علی متقی، علامہ شوکانی، نواب صدیق حسن خاں شارح عقیدہ سفارینی کی تصنیفات ہماری نظر سے بھی گزری ہیں۔ ان کے مؤلفات کے علاوہ بھی اس موضوع پر بہت سے رسائل لکھے گئے ہیں۔

اصل یہ ہے کہ جب کسی خاص ماحول کی وجہ سے وضع حدیث کے دواعی پیدا ہوگئے ہیں تو اس دور کی حدیثوں پر محدثین کی نظریں بھی ہمیشہ سخت ہوگئی ہیں اور اس لیے بعض صحیح حدیثیں بھی مشتبہ ہوگئیں جیسا کہ بنی امیہ کے دور میں فضائل اہل بیت کی بہت سی حدیثیں مشتبہ ہوگئی تھیں۔ پھر جب محدثین نے ان کو چھانٹنا شروع کیا تو بعض متشدد نظروں میں اچھی خاصی حدیثیں بھی اس کی لپیٹ میں آگئیں۔ آخر جب اس فضا سے ہٹ کر علماء نے دوبارہ اس پر نظر ڈالی تو انھوں نے بہت سی ساقط شدہ حدیثوں میں کوئی سقم نہ پایا اور آخر ان کو قبول کیا۔ اسی طرح یہاں بھی چونکہ ایک فرقے نے محمد بن حسن عسکری کے مہدی منتظر ہونے کا دعویٰ کردیا تو پھر وہی وضع حدیث کے جذبات اُبھرے اور جب علماء نے غلط ذخیرہ کو ذرا تشدد کے ساتھ الگ کرنے کا ارادہ کیا تو لازمی طور پر یہاں بھی کچھ حدیثیں اس کی زد میں آگئیں، یہ ظاہر ہے کہ اس باب کی صریح حدیثوں میں کوئی حدیث بھی صحیحین کی نہ تھی۔ گو صحت کے لیے صحیحین کی حدیث ہونا کسی کے نزدیک بھی شرط نہیں، اس لیے محدثانہ ضابطہ کے مطابق نقد وتبصرہ کو یہاں کچھ نہ کچھ وسعت مل گئی، لیکن یہ بات کچھ اسی باب کی حدیثوں ہی کے ساتھ خاص نہیں، ہر کتاب پر شیخین کی کتابوں کے سوا جب صرف ضابطہ کی تنقید شروع کردی جائے اور صرف راویوں پر جرح وتعدیل کو لے کر اس باب کے دیگر امور مہمہ کو نظر انداز کر ڈالا جائے تو پھر نقد کرنا کچھ مشکل نہیں رہتا، اس تشدد وافراط کا ثمرہ گو وقتی طور پر کچھ مفید ہو تو ہو لیکن دوسری طرف اس کا نقصان بھی ضرور ہوتا ہے اور وقتی فتنے ختم ہوجانے کے بعد آئندہ امت کی نظروں میں یہ اختلاف اچھی حدیثوں میں بھی شک وتردّد کا موجب بن جاتا ہے، یہاں جب آپ خارجی عوارض اور ماحول کے خاص حالات سے علیحدہ ہوکر نفس مسئلہ کی حیثیت سے اس موضوع کی احادیث پر نظر فرمائیں گے تو آپ کو معلوم ہوگا کہ امام مہدی کا تذکرہ سلف سے لے کر محدثین کے دور تک ہمیشہ بڑی اہمیت کے ساتھ ہوتا رہا ہے۔ □□

آئینۂ تجلیات

حضرت مولانا قاضی عابد علی وجدی الحسینی (قاضی بھوپال)

اے کہ ترا وجود ہے، وجہِ نمودِ کائنات
پھیلے ہوئے ہیں ہر طرف، جلوے تری شعاع کے
عکسِ پذیرِ کل جہاں تیری ہی روشنی سے ہے
حسن ازل کی تابشیں، آپ اسے جگمگا اٹھیں
ٹوٹ گیا تھا رابطہ، بندۂ و حق کے درمیاں
ناخن عقل کے بغیر، عقدے سلجھ کے رہ گئے
ایک خدا کے نام پر، زیر و زبر جہاں ہوا
علم و یقیں کے درس سے فکر و نظر بدل گئے
نقشِ قدم سے پالیا، منزلِ حق کا راستہ
تیرے اصولِ زیست سے، زندگی قیمتی بنی
ایک مثالی زندگی، خلق کے واسطے تری
انسان میں جو وصف تھے، ان کو عطا کیں رفعتیں
وقت لپٹ کے رہ گیا، فاصلے ختم ہو گئے
راز و نیاز قدس کا، سرِّ نہاں دراز ہے
مکہ سے لے کے طیبہ تک، نصرت حق جلو میں تھی
فتح کے روز جب ہوا، مکہ میں تیرا داخلہ
پاک بتوں سے کر دیا، گھر وہ خدا کا بن گیا
تیرے کمالِ فیض سے، زمزمہ سنج دہر میں
وحیِ خدا کا ہر ورق، معجزہ مستقل بنا

صبحِ ظہور سے تری، کھل اٹھا چہرۂ حیات
کون ومکاں کا حسن ہے، تیرے جمال کی زکات
سینۂ پاک بن گیا، آئینۂ تجلیات
تجھ سے چمک دمک اٹھی معرفتِ صفات و ذات
تو نے درست کردیئے، بگڑے ہوئے تعلقات
حل ہوئے دست شرع سے الجھے ہوئے معاملات
کفر کے دعوے سیکڑوں، حق کی ہمیشہ ایک بات
ذہن کے سب تخیلات، قلب کے سب تفکّرات
بھٹکے ہوئے جہان کو، مل گیا جادۂ نجات
ہیں یہ اصولِ زندگی، بیش بہا جواہرات
تو نے عمل سے سہل کیں، راہِ عمل کی مشکلات
جوش و خروش وولولہ، جرأت و ہمت و ثبات
عقل بشر کا امتحاں، میرے نبیؐ کی ایک رات
روحِ فزا مکالمات، ہوشربا مشاہدات
شاہد عدل اس پہ ہیں، سروروں کے واقعات
قدموں میں گر پڑا ہبل، سر بسجود تھا منات
جب کہ تھا کعبہ بت کدہ، صحن حرم تھا سومنات
گنگ وجمن ہیں موج موج، جوش میں دجلہ وفرات
بڑھ کے نبیوں سے رہے فخرِ رسل کے معجزات

کب سے ہے وجدی حزیں ایک نظر کا منتظر
اس کی طرف حضورا ہو، گوشہ چشمِ التفات

ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کی
خصوصی پیشکش
تحفظ ختم نبوت نمبر
انشاء اللہ العزیز انتہائی آب وتاب کے ساتھ بہت جلد منظر عام پر آرہا ہے
مکمل تفصیلات آئندہ ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱-بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

جمعیۃ علماء ہند کے نائب صدر حضرت الاستاذ مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ کی
حیات وخدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ دھلی کی
خصوصی اشاعت
مولانا ریاست علی ظفر بجنوریؒ نمبر
اپنی تمام تر خوبیوں، بھترین مضامین، شاندار طباعت اور دیدہ زیب ٹائٹل کے ساتھ منظر عام پر آچکا ھے۔
صفحات ۱۹۶ | سائز: ۲۳×۳۶/۸ | قیمت -/150
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱-بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489

انبیائے کرام کے اصلاحی طریقۂ کار کے بنیادی اصول

تحریر: مولانا محمد اسجد قاسمی

حقیقی کامیابی وکامرانی کی دولت اسی وقت ہاتھ آتی ہے جب انسان کسی معتمد ومستند رہنما و رہبر اور قائد ومربی کے دامن سے وابستہ ہوتا ہے، ماحول اور حالات کی تبدیلیاں انسان کے رجحانات وخیالات میں تبدیلی پیدا کردیتی ہیں۔ انسان کبھی پرامید وخوش گمان رہتا ہے اور کبھی ناامید وبدگمان ہوجاتا ہے، حادثات وواقعات اس پر متنوع اثرات ڈالتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ انسان کو حقیقی فلاح کے حصول کے لیے ایسے رہنما کی شدید ضرورت ہوتی ہے جو اپنی حیات اور سیرت میں بے داغ اور باکردار ہو، تحریص وترغیب کے داموں میں نہ الجھتا ہو، ہوائے نفس کا اسیر وتابع نہ ہو، مادّیت سے گریزاں ونفور ہو۔

تاریخ کا تسلسل یہ بتاتا ہے کہ حقیقی رہنمائی کا فرض فی الواقع انبیائے کرام نے انجام دیا ہے، انھوں نے ہی پوری انسانیت کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی میں پہنچایا، انسانیت کو دینی و دنیوی سعادتوں سے بہرہ مند کرنے کے لیے انبیائے کرام نے جو طریقہ کار اختیار فرمایا اس کے بنیادی عناوین یہ ہیں:

اپنی دعوت پر اعتماد کامل

کوئی بھی رہنما اور داعی اپنے مقصد میں اس وقت تک کامیاب نہیں ہوسکتا جب تک کہ وہ خود اپنی دعوت وعقیدت پر کامل اعتماد نہ پیدا کرے، اعتماد سے محرومی ناکامی کی دلیل ہے، انبیائے کرام کا یہ بنیادی امتیاز ہوتا ہے کہ ان کا اعتماد واعتقاد اپنی دعوت پر اتنا مستحکم، اٹوٹ، اٹل اور پائیدار ہوتا ہے کہ دنیا ادھر سے ادھر ہوجائے مگر اس میں تبدیلی ناممکن ہوتی ہے، اعتماد ویقین خشت اوّل ہے، اگر وہ کج ہوجائے تو پھر۔

خشت اوّل چوں نہد معمار کج
تاثریا می رود دیوار کج

اللہ پر توکل اور رجوع و انابت

انبیائے کرام ہر دور میں ایسے معاشرہ اور ماحول میں مبعوث فرمائے گئے، جو شہوت پرستی میں پور پور غرق اور بدکرداریوں میں بدمست تھا اور ہر دور میں انبیاء کی اطاعت عام طور پر ان افراد نے زیادہ کی جو قوم میں نیچے، بے اثر، کمزور، فقیر اور بے حیثیت باور کیے جاتے تھے اور جو وسائل سے محروم تھے، مگر یہ حالات کبھی انبیاء کی راہ کا روڑا نہ بن سکے بلکہ ہر آن ان کی توجہ اللہ پر ہی رہی، اپنی ممکنہ طاقت صرف کرنے کے بعد انھوں نے نتائج اللہ کے سپرد کردیئے۔ ہر موقع پر اسی کی طرح رجوع ہوتے رہے اور اسی لیے اللہ نے ان کو کامیابی دی ”ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ ان اللہ بالغ امرہ“ جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے، اللہ اس کے لیے کافی ہے، اللہ اپنا کام پورا کر کے رہتا ہے۔

حکمت اور عمدہ نصیحت

دعوتی کامیابی کی اہم شرط حکمت اور عمدہ نصیحت ہے، قرآن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے گویا ہے: ”ادعوا الی سبیل ربک بالحکمۃ والموعظۃ الحسنۃ وجادلھم بالتی ھی احسن“ اپنے رب کے راستہ کی طرف حکمت اور عمدہ نصیحت کے ساتھ دعوت دیجیے اور بہترین طریقہ پر لوگوں سے مباحثہ کیجیے۔

اس آیت میں دعوت کا پہلا اصول حکمت قرار دیا گیا ہے، حکمت سے مراد ایسی بصیرت ہے جس کے ذریعہ دانائی کے ساتھ مخاطب کی نفسیات، حالات، ماحول، استعداد، ذہنیت، وقت اور موقع کی رعایت کر کے مناسب حال اسلوب میں پیغام پہنچایا جائے، ساتھ ہی علمی دلائل کا بھی سہارا لیا جائے۔

دوسرا اصول عمدہ نصیحت ہے یعنی ترغیب و ترہیب کی مدد سے خیرخواہانہ انداز میں بات کی جائے، تیسری چیز عمدہ طریقے پر مباحثہ ہے جو اصول دعوت میں داخل نہیں، ہاں دعوت کے راستہ میں کبھی اس کی حاجت پڑتی ہے، چونکہ صلاحیت اور فہم کے اعتبار سے انسانی طبائع مختلف ہوتی ہیں اور ہر ذہنی حالت مخصوص اندازِ گفتگو کی مقتضی ہوتی ہے، اہل عقل کے لیے استدلال، عوام کے لیے عمدہ نصیحت اور اہل خصومت (ضد اور جھگڑالو افراد) کے لیے جدل و بحث کی ضرورت ہے، اسی لیے یہاں حکمت، موعظت اور مجادلہ تینوں کا ذکر آیا ہے۔

انبیائے کرام کی دعوت میں حکمت اور موعظہ حسنہ کا واضح نمونہ ملتا ہے، انبیاء نے صرف عقلی دلائل سے ہی برائیوں کی تردید نہیں کی بلکہ انسانی فطرت نے برائیوں کے لیے موجود پیدائشی نفرت کو بھی اُبھارا اور ان کے نتائج بد کا خوف پیدا کیا۔ اعمالِ صالحہ کی خوبی عقلی دلائل کے ساتھ ہی تشویق وترغیب کے ساتھ پھیلائی اور یہ سب کچھ ناصحانہ انداز میں دلسوزی اور تڑپ کے ساتھ کیا۔

اسی حکمت اور نرمی کا حکم حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کو دیا گیا ”فقولا لہو قولا لینا لعلہ یتذکر او یخشی“ تو تم دونوں فرعون سے نرمی سے گفتگو کرنا شاید وہ نصیحت قبول کرے یا ڈرے، اسی حکمت کا نمونہ حضرت نوح علیہ السلام کے یہاں ملتا ہے کہ ساڑھے نو سو سال مسلسل دعوت دین میں اشتغال کے باوجود چند مومنوں کے سوا سب نے ”انا لنراک فی ضلال مبین“ (ہم تم کو صریح گمراہی میں دیکھتے ہیں) کہا، مگر جواب میں حضرت نوح نے فرمایا ”یا قوم لیس بی ضلالۃ و لکنی رسول من رب العالمین“ (اے میری قوم میں گمراہ نہیں ہوں رب العالمین کا پیغمبر ہوں) خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حیات وسیرت میں اس کے بے شمار نمونے موجود ہیں، حکمت نبوی کا ایک نمایاں ترین منظر ہم کو اس واقعہ میں نظر آتا ہے، جب آپ نے دعوت اسلامی کے پہلے مرحلہ میں کوہِ صفا پر چڑھ کر خطرناک حملوں کی اطلاع کے موقع پر بولے جانے والے الفاظ دہرائے اور سب کو اکٹھا کرلیا اور پھر ہر قبیلہ کو نام بہ نام پکار کر عذابِ الٰہی سے ڈرایا اس کے جواب میں رؤسائے کفار مشتعل بھی ہوئے مگر یہ اسلوب ذہن و دماغ کا رخ موڑنے، نئی فکر کے دریچے وا کرنے اور نیا اندازِ فکر دینے میں بڑا کامیاب اور حکیمانہ ثابت ہوا۔

اخلاص اور بے لوثی

تمام اعمال خالصاً ومخلصاً اللہ کی رضا جوئی کے لیے ہوں ان میں سے کسی بھی نوع کی خودنمائی، ریا، دِکھاوے، شہرت اور نام ونمود کا شائبہ تک نہ ہو، انبیاء کی دعوت کا یہ نمایاں ترین پہلو ہے جس کا سب سے بڑا مظہر استغناء ہے، قرآن نے اسی کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہر نبی نے یہ اعلان کردیا ”وما اسئلکم علیہ من اجر ان اجری الا علی رب العالمین“ (میں تم سے اس پر کسی اجر کا طالب نہیں ہوں، میرا اجر تو اللہ رب العالمین کے ذمہ ہے) پھر اسی اخلاص کی برکت یہ ظاہر ہوئی کہ دعوت مقبول عام ہوئی اور اس کا اثر دور دور تک پہنچا۔

شفقت و مواسات

دعوت کے تمام مرحلوں میں انبیائے کرام نے خلق خدا کے ساتھ شفقت، رحمت، ہمدردی و غمگساری اور مواسات کا التزام فرمایا اور ”انا لکم ناصح امین“ (میں تمہارے لیے امانت دار خیرخواہ ہوں) کا اعلان کیا، اسی لیے دھیرے دھیرے لوگ ان کی طرف متوجہ ہوئے، قرآن میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کرکے یہ کہا گیا کہ اگر آپ تندخو وترش رو ہوتے، خیرخواہ، نرم دل، مہربان وشفیق نہ ہوتے تو لوگ آپ کے پاس سے چھٹ جاتے۔

زہد اور قربانی

دنیا پر آخرت کو ترجیح دینے، دنیا سے بے نیازی آخرت کی فکر وتوجہ، جانی و مالی، راحت و آرام، اسباب دنیا ومتاع دنیا کی قربانی، انبیاء کی دعوت کے اہم عناصر ہیں۔ انبیاء کا اعلان یہ رہا کہ ”متاع الدنیا قلیل والآخرۃ خیر لمن اتقی“ (دنیا کی پونجی حقیر وبے مایہ ہے، خدا ترسوں کے لیے آخرت بدرجہا بہتر وخوب تر ہے) ہر نبی کی زندگی زہد وقربانی کے ایمان افروز اور دل نواز واقعات سے پر ہیں۔

لایعنی سے اجتناب

انبیاء کی زندگی ان اعمال واقوال کا مجموعہ ہوتی ہے جو مفید اور کار آمد ہوں، بے ضرورت، بے فائدہ اور لایعنی افعال و اقوال کو دین کی کمزوری اور نقص قرار دیا ہے، لایعنی سوالات کے جواب میں انبیاء ذہن کو مفید امور کی طرف متوجہ کرتے ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کے سوال کے جواب میں کہ ”چاند کے گھٹنے بڑھنے کا کیا سبب ہے“ فرمایا کہ چاند لوگوں کے لیے تاریخ کی تعیین اور حج کی علامت ہے، گویا سبب بتانے کے لیے ذہن کو دوسری مفید چیز کی طرف متوجہ کردیا گیا۔

تصنع و تکلف سے دوری

اقوال واعمال میں بے جا تصنع وتکلف سے دوری انبیاء کا شعار ہے، اسلام دین فطرت ہے وہ سادگی کو پسند کرتا ہے، اس میں بے جا تصنع کی گنجائش نہیں ہے، دعوت اسلامی کی کامیابی میں سادگی اور فطرت بے ساختگی کا بڑا دخل ہوتا ہے، تصنع لوگوں کی دوری کا باعث بن جاتا ہے۔

صبر و تحمل

دعوت کی راہ بڑی پرخطر ہوتی ہے، اس میں قدم قدم پر ڈگمگا دینے والے مصائب کا سامنا کرنا پڑتا ہے، مخالفین کے قولی وعملی اقدامات کو ہمت سے انگیز کرنا پڑتا ہے۔ انبیاء کی زندگی صبر وتحمل کی بے مثال اور قابل رشک زندگی ہوتی ہے، جس کے نتائج بڑے خوشگوار ظاہر ہوتے ہیں۔

تدریج و مرحلہ بندی

دعوتی مہم میں انبیائے کرام تدریجی مراحل کا پورا لحاظ رکھتے ہیں۔ ذہن سازی، تفکیر، تیاری، تربیت وتنظیم اور عمل وحرکت تمام مراحل کی رعایت ضروری ہے۔ جلد بازی اور شدت پسندی سے نہ تو کامیابی کی ضمانت لی جاسکتی ہے اور نہ ہی خاطر خواہ نتائج برآمد ہوسکتے ہیں۔ تدریج کی رعایت کامیابی کی ضمانت ہے۔

عمل

عمل میں جو قوت ہے وہ الفاظ میں نہیں، انبیاء نے جس چیز کی دعوت دی ہے پہلے اسے برت کر دِکھایا، اسے اپنی عملی زندگی میں نافذ کیا، خود عمل کے بعد جب انھوں نے دعوت دی تو اس سے انقلاب آیا، ذہن ودماغ بدلے، خوش کلام مگر بدعمل افراد دعوتی میدان میں ناکام رہتے ہیں۔ دعوت کی مقبولیت کا اصل راز عمل مخلص ہوتا ہے۔ انبیائے کرام کے دعوتی واصلاحی طریقۂ کار کے یہ چند بنیادی عناوین ہیں جو ہر دعوتی کام کرنے والے کے لیے منارہ نور اور مشعل راہ ثابت ہوسکتے ہیں۔ علماء کو چونکہ وارثانِ انبیاء قرار دیا گیا ہے اس لیے ان کی ذمہ داری سب سے زیادہ ہے، انھیں لازمی طور پر ان اصولوں کا التزام کرنا چاہیے۔ □□

> **عمل میں جو قوت ھے وہ الفاظ میں نھیں، انبیاء نے جس چیز کی دعوت دی ھے پھلے اسے برت کر دکھایا، اسے اپنی عملی زندگی میں نافذ کیا، خود عمل کے بعد جب انھوں نے دعوت دی تو اس سے انقلاب آیا، ذھن و دماغ بدلے، خوش کلام مگر بدعمل افراد دعوتی میدان میں ناکام رھتے ھیں۔ دعوت کی مقبولیت کا اصل راز عمل مخلص ھوتاھے۔ انبیائے کرام کے دعوتی و اصلاحی طریقۂ کار کے یہ چند بنیادی عناوین ھیں جو ھر دعوتی کام کرنے والے کے لیے منارہ نور اور مشعل راہ ثابت ھوسکتے ھیں۔ علماء کوچونکہ وارثانِ انبیاء قرار دیا گیا ھے اس لیے ان کی ذمہ داری سب سے زیادہ ھے، انھیں لازمی طور پر ان اصولوں کا التزام کرنا چاھیے۔**

ارشاداتِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم

- جس نے مشورہ کیا نادم نہ ہوا۔
- جس نے میانہ روی اختیار کی تنگ دست نہ ہوا۔
- جب رشوت دروازے سے داخل ہوتی ہے تو امانت کھڑکی کی راہ سے نکل جاتی ہے۔
- خدا اپنے بندوں کو نرمی ومہربانی پر وہ عطا کرتا ہے جو کسی دوسری صورت میں نہیں عطا کرتا۔
- جو باوجود قدرت وانتقام کے غصہ کو ضبط کر جائیں خدا اُن کے قلب کو طمانیت سے معمور کردیتا ہے۔
- جہل سے بڑھ کر کوئی غریبی نہیں۔ عقل سے بڑھ کر کوئی دولت نہیں۔
- نیکی کی ہم نشینی مشک کی مانند ہے، تجھے اس سے کچھ نہ ملے تو خوشبو تو ضرور پہنچے گی۔
- جب تم میں سے کوئی مالدار کی طرف دیکھے تو اس کو چاہیے کہ اپنے سے غریب کی طرف بھی دیکھے۔
- مومن کی زبان دل میں رہتی ہے۔ یعنی جب وہ کچھ کہنا چاہتا ہے تو پہلے سوچ لیتا ہے تب زبان سے نکالتا ہے۔
- دنیا اور آخرت دونوں کے لیے زادِ راہ ضروری ہے۔ دنیا کے سفر کا زادِ راہ ساتھ رکھنا چاہیے اور آخرت کا جانے سے پہلے وہاں بھیج دینا چاہیے۔
- دُنیا کے لیے اپنے استقلال سے جدوجہد کرو گویا یہاں ہمیشہ رہنا ہے اور آخرت کے لیے اس جذبہ سے سعی وعمل کرو گویا تم کل ہی مرجاؤ گے۔
- بھیڑ اس بکری کو کھا جاتا ہے جو گلّے سے باہر رہتی ہے۔
- گھر لینے سے پہلے پڑوسی اور سفر سے پہلے رفیق کو سمجھ لو۔

کمالاتِ نبوت ختم ہیں حضرت محمد پر

مولانا امام علی دانش

خدا کی بندگی کا لطف ہرگز پا نہیں سکتے
رسول اللہ کی سنت کو جو اپنا نہیں سکتے

مدینہ کے گلی کوچے بسے ہیں جس کی نظروں میں
کسی گلشن کے گل بوٹے اسے بہلا نہیں سکتے

ہزاروں بولہب آئیں ہزاروں بوجہل آئیں
غلامان محمد کو کبھی بہکا نہیں سکتے

ابوبکر و عمر عثماں علی کو چھوڑنے والے
نبی کے پاک دامن کی ہوا بھی پا نہیں سکتے

عرب کے چاند سے نور ہدایت مل گیا جن کو
وہ باطل کے اندھیروں سے کبھی گھبرا نہیں سکتے

کمالاتِ نبوت ختم ہیں حضرت محمد پر
کسی کے پاس جبریل امینؑ اب آ نہیں سکتے

امام الانبیاء معراج کی شب اس جگہ پہنچے
جہاں روح الامینؑ جیسے ملک بھی جا نہیں سکتے

رسول اللہ سے جن کو محبت ہے عقیدت ہے
وہ ان کے حکم کو دانشؔ کبھی ٹھکرا نہیں سکتے

قامت زیبا

ایم، اے، ساغرؔ ادروی، مئو

اس قامت زیبا میں عجب حسن ڈھلا ہے
شیدا رخِ سرور پہ حسیں چاند ہوا ہے

مہتاب میں، خورشید میں ہے انکا ہی جلوہ
جو پھول ہے خوشبوئے محمد میں بسا ہے

ہے ایسی عیاں روئے مبارک کی تجلی
انکا رخِ انور ہے کہ قرآن کھلا ہے

حکمِ شہِ کونینؐ پہ سو جاں سے ہیں قرباں
صدیق نے گھر اپنا، رہِ حق میں دیا ہے

کچھ اور بڑھی دین کی اسلام کی عظمت
جب قلب عمر جذبۂ ایماں میں ڈھلا ہے

تاریخ کے اوراق تو شاہد ہیں ابھی تک
عثماں کی شہادت نے بڑا کام کیا ہے

اس مردِ وفادار سا ہے کون جہاں میں
وہ فاتح خیبر ہے علی شیرِ خدا ہے

کس درجہ ہوا رتبۂ و منصب کا وہ حامل
منت کشِ احسانِ نبی غارِ حرا ہے

کس منہ سے بیاں عظمتِ سرکار ہو ساغرؔ
نعتِ نبی لکھنے کو قلم میرا، جھکا ہے

محسن انسانیتؐ کا معلّمانہ کردار

غلام رسول رضوی

عالمی سطح پر مستقل انداز سے کفر و الحاد کی پسپائی اور نقب زنی کی شروعات ان تحریکات کا ردّعمل ہے جو صدیوں پیشتر جزیرہ نمائے عرب میں ابھری تھیں جن کا سہرا قدرت نے بجا طور پر خاتم النّبیین صلی اللہ علیہ وسلم کے سر باندھا تھا اور کیوں نہ ہو کہ اس ذات ستودہ صفات کی آمد کا مقصد وحید یہی امر تھا کیونکہ محض حروف کی صورت میں ارشادات و پیغامات کا ارسال اگر حق تعالیٰ کا مقصود ہوتا تو وہ قرآن کو کسی جبل مستقیم پر بھی مرتسم فرما سکتا تھا مگر خدا کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے آپؐ جیسی شخصیت کو جہالت وسفاہت کے دبیز پردوں کو چاک کرنے کے لیے منتخب فرمایا اور بحسب مشیت قرآن حکیم کے اعلیٰ خزائن کا نہ صرف واقف کار بلکہ ان کی معلّمانہ تشریح وتعبیر کا باا ثر ذمہ دار بھی بنالیا۔ کتاب اور معلم کے اسی ربط باہمی کا اعتراف قرآن یوں کررہا ہے کہ ”ہم نے تم میں ایک رسول بھیجا جو ہماری آیات تلاوت فرماتا ہے اور تمھیں پاک کرتا اور کتاب وپختہ علم سکھاتا ہے اور تمھیں وہ تعلیم فرماتا ہے جس کا تمھیں علم نہ تھا۔“ (البقرہ:۱۵۱)

ایک معلم کے لیے بیک وقت غیر معمولی طور سے کئی معمارانہ صلاحیتیں اور لیاقتیں درکار ہوتی ہیں۔ معلم ان میں سے کسی بھی ایک گوشہ سے فروتر ہوتو اس کی تعلیمی وتدریسی حیثیت قدغن کا شکار ہوجاتی ہے اور اس کے اثرات میں بھی نوبت بنوبت گراوٹ پیدا ہونے لگتی ہے مگر اس پس منظر میں آپؐ کی ذات بڑی بے غبار اور قابل تقلید ہے۔ اس پر طرہ یہ ہے کہ آپؐ کا اوّلین سبجیکٹ تباہی کی کگار پر کھڑی انسانی سوسائٹی کی صلاح و فلاح تھی اور آپؐ کسی خاص قریہ، شہر یا ملک کے رہبر نہیں تھے بلکہ معلم کائنات تھے۔ ماہرین تعلیم کے بموجب چاہے جس میدان سے تعلق رکھتا ہو مندرجہ زاویہائے تعلیم وتبلیغ اس کے خمیر وجبلت کا حصہ ہونا چاہیے۔

مضمون سے دلچسپی

یہ سب سے اہم ترین عنصر ہے۔ کسی بھی محاذ پر علمی معرکہ آرائی کے لیے انہماک ولگن کی اسپرٹ اساسِ اوّلین ہے۔ محنت و جانفشانی جیسے اسبابِ کامرانی پر بھی اسے مقدم رکھنا ناگزیر ہے۔ اس کے نتائج واثرات ہمیشہ ہی صحتمند رہے ہیں۔

آپؐ خداداد مضامین کے بابت حد درجہ راغب ومستعد اور محتاط تھے۔ اس کا اندازہ اس سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب روح الامین حضرت جبرئیل علیہ السلام اللہ تعالیٰ کی جانب سے قرآن کریم لے کر نازل ہوتے تو آپؐ ساتھ ساتھ پڑھتے جاتے۔ اس علمی تعب ومحنت کو دیکھ کر رب تعالیٰ یوں گویا ہوا:

”اور آپؐ قرآن میں جلدی نہ کیجیے جب تک کہ اس کی وحی پوری نہ ہولے۔“ (طٰہٰ:۱۱۴)

یہ خدا کے پیغامات وفرمودات کو بخوبی ازبر کرلینے کے تئیں شوقِ نمود کا حیرت انگیز عالم تھا کہ وحی کردہ آیات کو جلدی جلدی پڑھتے جاتے۔ اس غرض سے کہ کہیں کچھ بھولنے نہ پائے۔ اسی تناظر میں آپؐ کو ایک اور جگہ یوں تسلی دی گئی:

”تم یاد کرنے میں قرآن کے ساتھ اپنی زبان کو حرکت نہ دو بیشک اس کا محفوظ کرنا اور پڑھنا ہمارے ذمہ ہے۔“ (القیامہ:۱۶)

> **معلم جن امور کا داعی ہے، سب سے قبل خود انھیں عمل کے سانچے میں ڈھال کر دِکھائے، محض درسگاہ یا منبر تک محصور ہوکر رہ جانے سے کوئی انقلاب برپا نہیں کیا جاسکتا۔ آپؐ کی حیرت انگیز تبلیغی وتاثیری جامعیت میں یہی اصول کارفرما رہا۔ آپؐ نے اپنے خطابات وتقاریر کو سب سے پہلے دائرۂ عمل میں مربو کرکے دِکھلایا۔**

متعلقہ مضمون پر عبور کامل

جس کتاب کی تدریس معلم کے فرائض منصبی میں اوّلیت رکھتی ہے، اس کا گہرا علم انتہائی ضروری ہے بایں طور کہ ان پر پختہ یقین ہو۔ خلاف ورزی کی صورت جہاں متعلّم کے لیے بے سود ہے وہیں معلم کے حق میں بھی ہولناک ہے کیونکہ جن امور کے تئیں ذہن ودل شاکی اور یقین سے خالی ہو، محض زبان ڈرامائی طور پر اس کی تشریح وتبلیغ پر مصر ہو تو ایسی صورتحال کا شاخسانہ یقینی طور پر مضحکہ خیز ثابت ہوگا۔

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کے علم کی پختگی اور شگفتگی سے کس کو مجال انکار، پھر یقین واعتماد کے قیمتی اثاثے اس قدر غیر منجمد کہ وحی الٰہی کے بعد بھی کسی موضوع پر اظہارِ خیال فرماتے۔ قرآن کریم میں یوں ذکر ہے: ”اور وہ کوئی بات اپنی خواہش سے نہیں کرتے، وہ تو نہیں مگر وحی جو انھیں کی جاتی۔“ (النجم:۴) مزید یہ کہ آپ کو جس کے ذریعہ علم سے مالامال کیا گیا وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کی مقدس ذات ہے جو نہ صرف قوی اعضاء کے مالک بلکہ فرشتوں میں سب سے زیادہ فائق ہیں۔

علوم کی منتقلی کا حکیمانہ انداز

طلباء کے اندر اپنے علوم کی جاگزینی کے لیے اسلوبِ تدریس میں خاطرخواہ انجذاب و کشش، سادہ وشستہ طریق کار، مخاطب کے معیار کی مطابقت اور ضرورت کے مطابق طول واختصار کی کوشش از حد ضروری ہے۔

معلم کائنات صلی اللہ علیہ وسلم ہمیشہ مختصر اور موجز تدریس فرماتے۔ آپ کا ارشادِ گرامی ہے: ”نماز لمبی پڑھو اور وعظ مختصر کرو۔“ (ریاض الصالحین، بابِ الوعظ) خواہ وہ حق وہدایت کے متلاشیان کا گروہ ہو یا کفار کی ٹولی، آپ ان کے قلبی لگاؤ اور مکمل انسیت کو اپنی جانب ایک شیریں سلیقہ سے مبذول کرلیتے۔ لوگوں کو کفر والحاد کی وادیوں سے نکال کر ایمان واسلاف کے اجالوں کا پناہ گزیں بنانے کے لیے بے پناہ تجسّس اور جذبہ تدبیر آپ کا وطیرۂ خاص تھا۔ کسی کافر کے قبولِ اسلام کو سن کر آپ کا چہرۂ انور باغ باغ ہوجاتا اور قلب وروح میں تاب وتوانائی کی نئی لہر دوڑ پڑتی مگر کسی کی عدم توجہی آپ کے قلب اطہر پر ستاز خم بن کر اُبھرتی۔ قرآن حکیم بھی حیاتِ نبوی کے ان برگزیدہ زاویوں کا آئینہ دار ہے۔ فرماتا ہے: ”اگر یہ لوگ قرآن کریم پر ایمان نہ لائیں تو کیا آپ اسی رنج میں اپنی جان ہلاک کردیں گے۔“ (الکھف)

علمی زندگی میں علمی تابندگی

معلم جن امور کا داعی ہے، سب سے قبل خود انھیں عمل کے سانچے میں ڈھال کر دِکھائے، محض درسگاہ یا منبر تک محصور ہوکر رہ جانے سے کوئی انقلاب برپا نہیں کیا جاسکتا۔ آپؐ کی حیرت انگیز تبلیغی وتاثیری جامعیت میں یہی اصول کارفرما رہا۔ آپؐ نے اپنے خطابات وتقاریر کو سب سے پہلے دائرۂ عمل میں مربوط کرکے دِکھلایا۔ قرآنی ارشادات وفرمودات کو اپنی تابناک زندگی کے لمحات ولحظات میں اس طرح پرودیا تھا کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بقول آپ کا کردار ہی سرتاسر قرآن تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ رب العزت نے آپ کی زندگی کو دنیائے بشریت کے لیے ابدی آئیڈیل اور بہترین نمونہ عمل قرار دیا۔ ☐☐

طائف کا منظر

یہ منظر بڑا ہی دردناک تھا۔ سورج کی آنکھ سے خون ٹپکا پڑ رہا تھا، درودیوار کانپ کانپ جاتے تھے، سینہ گیتی سے دلدوز آہیں نکل رہی تھیں، شجر وحجر کی زبان پر فریاد تھی، ایک طرف دنیا کا سب سے بڑا انسان۔ انسانیت کا محسن اعظم اور خدا کا سچا رسولؐ بھلائی کی باتیں بیان کررہا تھا، لوگوں کو اندھیرے کی سمت سے روشنی کی طرف بلا رہا تھا اور دوسری طرف اس کے جواب میں پتھر برسائے جارہے تھے، رسول اللہ زخموں کے سبب زمین پر گر گر پڑتے، آپ کے خدام بازو پکڑ کر کھڑا کرتے اور چلنے لگتے تو وہ نامراد اور زیادہ تیزی اور بے دردی کے ساتھ پتھراؤ کرتے یہاں تک کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم پھر زمین پر بیٹھ جاتے، آپ کی یہ حالت دیکھ کر طائف کے لونڈے تالیاں بجا بجا کر ہنستے، حضرت زید بن حارثہ نے رسول اللہ کو بچانے کے لیے اپنا سینہ سپر کردیا اور پتھروں سے اس جاں نثار خادم کا سر پھٹ گیا۔

موت اور تباہی وہلاکت کے فرشتے انتظار میں تھے کہ اب محمدؐ رسول اللہ کی زبان سے اہل طائف کے لیے بددعا نکلتی ہے اور خدا کا حکم پاکر طائف کی سرزمین کو ہم دھوئیں کی طرح اُڑائے دیتے ہیں، محمدؐ کے لہو کی ایک ایک بوند کا ہم انتقام لے کر رہیں گے، ایک ایک درشت فقرے کا جواب دیا جائے، عاد وثمود کی قوموں سے زیادہ برا حشر کرکے چھوڑیں گے ان طائف والوں کا! سیّد عالم کی توہین سے اور بڑھ کر جرم کیا ہوسکتا ہے۔ مگر رحمۃ للعالمین کی زبان حق ترجمان سے ایک لفظ بھی بددعا کا نہ نکلا اپنے اللہ سے اس ظلم وزیادتی کا آپ نے ذرا بھی شکوہ نہیں کیا، صبرو استقامت اور توکل علی اللہ کی ایک ایسی مثال قائم کی جس کے ذکر سے تمام اگلی پچھلی تاریخیں خالی تھیں۔

طائف والے اپنی کامیابی پر بہت نازاں تھے کہ ہم نے اپنے معبودوں کی توہین کا آج خوب جی کھول کر بدلہ لے لیا، وہ بہت نڈر ہوگئے تھے اور اپنے کئے پر ذرا بھی پشیمان نہیں تھے، آپس میں کہتے تھے کہ یہ کیسا رسول ہے کہ ذرا ذرا سے چھوکرے اس کا مذاق اُڑاتے ہیں اور پتھر برساتے ہیں مگر اس کا خدا نہ تو اسے بچاتا ہے اور نہ اس کی مدد کے لیے آسمان سے کسی فرشتہ کو بھیجتا ہے۔ یہ ان کی خام خیالیاں اور غلط فہمیاں تھیں! باطل سدا سے اسی طرح کے دھوکوں میں خوش رہتا آیا ہے۔

حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم طائف سے واپس ہوئے۔ پاؤں زخموں سے چور تھے، طائف کی ٹھنڈی ہواؤں سے چوٹوں میں ٹیس ہوتی تھی اور راستہ کے گردوغبار نے زخموں کو اور زیادہ تکلیف دہ بنادیا تھا، پھولوں کے عوض بدن پر جراحتیں لے کر آپ مکہ پہنچے۔“

(دُرِّ یتیم: ص۱۳۲–۱۳۳، ماہر القادری)

ادبیات

جذبات عشق

حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ

کرے ہے ذرۂ کوئے محمدی سے تجلی
فلک کے شمس و قمر کو زمین لیل و نہار

فلک پہ عیسیٰؑ و ادریسؑ ہیں تو خیر سہی
زمیں پہ جلوہ نما ہیں محمد مختار

فلک پہ سب سہی پر ہے نہ ثانئ احمد
زمیں پہ کچھ نہو پر ہے محمدی سرکار

نثار کیا کروں مفلس ہوں نام پر اس کے
فلک سے عقد ثریا لوں دے اگر وہ ادھار

ثنا کر اس کی فقط قاسم اور سب کو چھوڑ
کہاں کا سبزہ کہاں کا چمن کہاں کی بہار

ثنا کر اس کی اگر حق سے کچھ لیا چاہے
تو اس سے کہہ اگر اللہ سے ہے کچھ درکار

الٰہی کس سے بیاں ہو سکے ثنا اس کی
کہ جس پہ ایسا تیری ذات خاص کا ہو پیار

جو تو اسے نہ بناتا تو سارے عالم کو
نصیب ہوتی نہ دولت وجود کی زنہار

کہاں وہ رتبہ کہاں عقل نارسا اپنی
کہاں وہ نور خدا اور کہاں یہ دیدۂ زار

چراغ عقل ہے گل اس کے نور کے آگے
زباں کا منہ نہیں جو مدح میں کرے گفتار

جہاں کہ جلتے ہوں پر عقل کل کے بھی، پھر کیا
لگی ہے جان جو پہونچیں وہاں مرے افکار

مگر کرے میری روح القدس مدد گاری
تو اس کی مدح میں میں بھی کروں رقم اشعار

جو جبرئیل مدد پر ہو فکر کی میرے
تو آگے بڑھ کے کہوں اے جہان کے سردار

تو فخر کون و مکاں زبدۂ زمین و زماں
امیر لشکر پیغمبراں شہِ ابرار

خدا ترا تو خدا کا حبیب اور محبوب
خدا ہے آپ کا عاشق تم اس کے عاشق زار

تو بوئے گل ہے اگر مثل گل ہیں اور نبی
تو نورِ شمس گر اور انبیاء ہیں شمسِ نہار

حیاتِ جان ہے تو، ہیں اگر وہ جانِ جہاں
تو نور دیدہ ہے گر ہیں وہ دیدۂ بیدار

طفیل آپ کے ہے کائنات کی ہستی
بجا ہے کہئے اگر تم کو مبدأ آثار

جلو میں تیرے سب آئے عدم سے تا بوجود
قیامت آپ کی تھی دیکھئے تو اک رفتار

جہاں کے سارے کمالات ایک تجھ میں ہیں
ترے کمال کسی میں نہیں مگر دو چار

گرفت ہو تو ترے ایک بندہ ہونے میں
جو ہوسکے تو خدائی کا اک تری انکار

تو آئینہ ہے کمالات کبریائی کا
وہ آپ دیکھتے ہیں اپنا جلوۂ دیدار

پہنچ سکا ترے رتبہ تلک نہ کوئی نبی
ہوئے ہیں معجزہ والے بھی اس جگہ ناچار

جو انبیاء ہیں وہ آگے تری نبوت کے
کریں ہیں امتی ہونے کا یا نبی اقرار

لگاتا ہاتھ نہ پتلے کو بوالبشر کے خدا
اگر ظہور نہ ہوتا تمہارا آخر کار

خدا کے طالب دیدار حضرت موسیٰ
تمہارا لیجے خدا آپ طالبِ دیدار

کہاں بلندئ طور اور کہاں تری معراج
کہیں ہوئے ہیں زمیں آسمان بھی ہموار

جمال کو ترے کب پہنچے حسن یوسفؑ کا
وہ دلربائے زلیخا تو شاہدِ ستّار

اگر قمر میں کچھ آجائے تیرے چہرہ کا نور
تو رات دن بنے اور آگے اس کے دن شب تار

جمال ہے ترا معنئ حسن ظاہر میں
کیا ہے معجزہ سے تو نے آپ کو اظہار

رہا جمال پہ تیرے حجابِ بشریت
نجانا کون ہے تو کچھ کسی نے جز ستّار

سوا خدا کے بھلا تجھ کو کوئی کیا جانے
تو شمس نور ہے شیر نمط اولوالابصار

جو آئینہ میں پڑے عکس خال کا تیرے
تو رشک مہر کا ہو جائے مطلع الانوار

تمہارا خالِ قدم دیکھ رشک سے مہ کے
جگر پہ داغ ہے سورج کو ہے عذاب النار

نہ بن پڑا وہ جمال آپ کا سا شب بھر بھی
قمر نے گو کہ کروڑوں کئے ہوں خال شمار

اگر پڑے ترے تلوے میں عکس سورج کا
تو آگے نور قدم کے ہو تیرے خال شمار

سفید دیدۂ بے نور سا ہے دیدۂ خور
بصیر ہونے کو تلوے کا تل ہے تیرے بکار

بنا شعاعوں کی جاروب تیرے کوچہ سے مہر
کرے ہے دور اندھیرے کا روز گرد وغبار

اگر ترے رخِ روشن سے گل کو دوں تشبیہ
شعاع مہر کو ہو آرزوئے منصبِ خار

عجب نہیں تری خاطر سے تیری امت کے
گناہ ہوویں قیامت کو طاعتوں میں شمار

خوشا نصیب یہ نسبت کہاں نصیب مرے
تو جس قدر ہے بھلا، میں برا اسی مقدار

نہ پہنچیں گنتی میں ہرگز ترے کمالوں کی
مرے بھی عیب شہِ دوسرا شہِ ابرار

بکیں گے آپ کی امت کے جرم ایسے گراں
کہ لاکھوں مغفرتیں کم سے کم پہ ہوں گی نثار

کفیلِ جرم اگر آپ کی شفاعت ہو
تو قاسمی بھی طریقہ ہو صوفیوں میں شمار

ترے بھروسے پہ رکھتا غرور طاعت ہے
گناہ قاسم برگشتہ بخت بداطوار

گناہ کیا ہے اگر کچھ گنہ کئے میں نے
تجھے شفیع کہے کون گر نہ ہوں بدکار

تمہارے حرفِ شفاعت پہ عفو ہے عاشق
اگر گناہ کو ہے خوفِ غصۂ قہار

یہ سن کے آپ شفیعِ گناہگاراں ہیں
کئے ہیں میں نے اکٹھے گناہ کے انبار

ترے لحاظ سے اتنی تو ہوگئی تخفیف
بشر گناہ کریں اور ملائک استغفار

دعا تری مرے مطلب کی ہو اگر خالی
تو بخت بد کو ملے حق کے گھر سے بھی پھٹکار

یہ ہے اجابتِ حق کو تری دعا کا لحاظ
قضائے مبرم و مشروط کی سنیں نہ پکار

قضا کو تیری یہ خاطر ہے واجب الطاعت
جہاں کو تجھ سے، تجھے اپنے حق سے ہے سروکار

اگر جواب دیا بیکسوں کو تو نے بھی
تو کوئی اتنا نہیں جو کرے کچھ استغفار

کروڑوں جرموں کے آگے یہ نام کا اسلام
کریگا یا نبی اللہ کیا مرے پہ پکار

دکھائیے دیکھئے کیا اپنا طالعِ بدبیں
نگاہ لطف تری ہو نہ گر مری غم خوار

برا ہوں بد ہوں گنہگار ہوں پر تیرا ہوں
ترا کہیں ہیں مجھے گو کہ ہوں میں ناہنجار

لگے ہے تیرے سگِ کو کو میرے نام سے عیب
پر ترے نام کا لگنا مجھے ہے عز و وقار

(باقی صہ ۱۴ پر)

بقیہ— دربارِ رسالت ﷺ میں...

حالانکہ عفو کی درخواست کا قبول ہو جانا بارگاہ نبوت میں عین متوقع ہے آپؐ از راہ کرم نرمی اختیار فرمائیں آپؐ کو وہ ذات پاک صراط مستقیم پر رکھے جس نے آپؐ کو اس قرآن کریم کا عطیہ مرحمت فرمایا جس میں نصیحتیں اور احکام کی تفصیل ہے۔ مجھے آپؐ چغلخوروں کے کہنے پر مورد عتاب نہ گردانیں میں نے کوئی گناہ نہیں کیا میرے بارے میں بہت سی باتیں یونہی منسوب ہیں۔ اس کے بعد اکیاونواں شعر آنحضرتؐ کی مدح میں ہے:

إن الرسول لنور يستضاء به
وصارم من سيوف الهند مسلول

بیشک رسول اللہؐ وہ نور تمام ہیں جن سے کائنات منور ہے اور وہ باطل کے حق میں ہندوستان کی شمشیر بے نیام ہیں۔

شاعر نے جب اپنا یہ قصیدہ سنایا تو باوجودے کہ یہ ادب جاہلی کی مکمل نمائندگی کر رہا تھا اس میں سعاد کے تذکرہ سے تشبیب بھی تھی، اونٹنی کے اوصاف بھی تھے اس میں گریز بھی تھا اور اپنا مقصد یعنی اظہار ندامت اور درخواست عفو بھی تھی، لیکن ان تمام چیزوں کے باوجود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے شاعر کی سابقہ خطاؤں سے درگذر فرمایا اور اکیاونویں شعر پر آپؐ نے ایک چادر بھی انعام کے طور پر مرحمت فرما دی، اسی چادر کے عطیہ کے سبب یہ قصیدہ، ''قصیدہ بردہ'' کے نام سے بھی موسوم کیا جاتا ہے اور یہی وہ مبارک چادر ہے جس کو حضرت معاویہؓ نے بیس یا تیس ہزار درہم میں خرید فرمایا تھا۔

حضرت کعب بن زہیرؓ کے اس واقعہ سے معلوم ہوا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ مقدس سے اچھے اشعار کے صلہ میں انعام مرحمت ہوا ہے اور اگر شعراء کرام کو ان کی قابل قدر اور صحیح ادبی خدمت پر انعامات سے بھی نوازا جائے تو اس کی گنجائش ہے۔

اسی ذیل میں حضرت عباس بن مرداسؓ کا وہ واقعہ بھی آتا ہے جس میں اگرچہ اشعار پر انعام تو نہیں دیا گیا لیکن منظوم شکایت کو حسنِ قبول سے نواز کر شکایت کا ازالہ کیا گیا ہے۔ یہ واقعہ مسلم شریف میں مجمل اور احیاء العلوم میں مفصل مذکور ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جب غزوۂ حنین کا مالِ غنیمت مسلمانوں کے درمیان تقسیم کیا گیا تو حضرت عباس بن مرداسؓ (یہ مشہور شاعرہ خنساء کے صاحبزادے ہیں) کو چار اونٹ دیئے گئے حضرت عباسؓ اونٹ لیکر چلے گئے اور ایک قصیدہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنے استحقاق کی زیادتی کی شکایت کی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپؐ نے لوگوں سے فرمایا ان کی شکایت رفع کرو چنانچہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ انھیں اپنے ساتھ لے گئے۔ انھوں نے سو اونٹ اپنے لئے پسند کئے اور بہت خوش ہوئے۔

اس واقعہ سے اہل ادب کی قدردانی اور اہل نظر کی جانب سے ان کی ہمت افزائی کا سبق بھی ملتا ہے۔□□

وسیم رضوی کے خلاف رضا اکیڈمی نے داخل کی سپریم کورٹ میں رٹ پٹیشن

قرآن مقدس میں تبدیلی مشیت الٰہی کے خلاف اعلان جنگ ہے: حضرت سید معین میاں
کلام الٰہی کے گستاخ وسیم رضوی کو عبرت ناک سزا دی جائے: الحاج محمد سعید نوری

ممبئی: بدنام زمانہ مرتد وسیم رضوی نے قرآن مقدس کی ۲۶ آیتوں کو دہشت گردی کا بہانہ بنا کر نہ صرف ملک میں فساد برپا کر دیا بلکہ دنیا بھر میں بھارت کا نام خراب کرنے کی ناپاک سازش کیا ہے اور پورے عالمِ اسلام کا دل دکھایا ہے اور اذیت پہنچائی ہے ہندوستان کے لیے فخر کی بات ہے کہ بھارت کی عدالت عظمیٰ نے اس ملعون فسادی وسیم رضوی کو پھٹکار لگاتے ہوئے اس کی درخواست کو نہ صرف خارج کر دیا بلکہ اس پر ۵۰ ہزار کا جرمانہ بھی عاید کیا مگر یہ فسادی مرتد وسیم رضوی اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا سر عام قرآن مقدس کے پاکیزہ اوراق کو پھاڑ کر مزید مسلمانوں کو مشتعل کر کے دیش میں فساد پھیلانے کی بھرپور کوشش کی مگر مسلمانوں نے صبر وتحمل سے کام لیا اور قانون کا سہارا لیکر دیش دروہی مرتد وسیم رضوی کو سزا دلانے کی مانگ کی چنانچہ ملک کی معروف تنظیم رضا اکیڈمی نے لکھنؤ ہائی کورٹ میں پٹیشن فائل کی۔ پہلی ہی سماعت کے دوران رضا اکیڈمی کے پی آئی ایل کو یہ کہہ کر خارج کر دیا کہ یہ مفاد عامہ میں نہیں ہے اور اس پر کریمنل نمبر نہ لگا کر سول نمبر دے دیا جس پر رضا اکیڈمی سپریم کورٹ پہنچی اور لکھنؤ ہائی کورٹ کے فیصلے کو چیلنج کیا کہ اس فسادی وسیم رضوی پر لکھنؤ سمیت ملک بھر میں درجنوں ایف آئی آر درج ہیں اس کے باوجود جب یوپی حکومت نے اس پر کوئی کارروائی نہ کی۔ رضا اکیڈمی کے جنرل سکریٹری الحاج محمد سعید نوری صاحب نے کہا کہ لکھنؤ ہائی کورٹ نے جب ہماری پٹیشن خارج کردی تو سپریم کورٹ میں اسپیشل لیو پٹیشن داخل کیا گیا ہے جس کا نمبر ۸۶۳/۲۰۲۱/۷ ہے۔ نوری صاحب نے کہا کہ رضا اکیڈمی کے وکیل نے پرنسپل سکریٹری یوپی گورنمنٹ، ہوم سکریٹری یوپی گورنمنٹ، کمشنر آف پولیس لکھنؤ اترپردیش، اسٹیشن آفیسر، پولیس اسٹیشن چوک لکھنؤ، اسٹیشن آفیسر ملیح آباد لکھنؤ اترپردیش، ان لوگوں کو سپریم کورٹ میں فریق بنایا گیا ہے کہ جب شیعہ وقف بورڈ کا سابق چیئر میں سر عام گناہوں کا ارتکاب کر رہا ہے تو یوپی گورنمنٹ ایسے کھلے مجرم پر کارروائی کیوں نہیں کر رہی ہے۔ نوری صاحب نے کہا کہ قانون سے بالاتر کوئی بھی نہیں ہے ملک کی عدالت عالیہ میں رضا اکیڈمی نے اپنی فریاد رکھی ہے اور اپنی عدالت عظمیٰ سے مسلمانوں کو کافی امید ہے کہ سپریم کورٹ سے ہم کو انصاف ملے گا۔ حضرت سید معین میاں صاحب اور نوری صاحب دونوں رہنماؤں نے مشترکہ بیان جاری کرتے ہوئے کہا کہ اللہ و رسول اور قرآن مقدس کی توہین کرنے والے مرتد وسیم رضوی کو ضرور سزا ملے گی۔ سید معین میاں صاحب نے کہا کہ اس نے کلام الٰہی میں تبدیلی کا بہانہ بنا کر ملک میں آگ لگانے کی سازش کی ہے اور دنیا بھر کے مسلمانوں کی غیرت ایمانی کو للکارا ہے۔ دیش کا مسلمان بہت ہی صبر وتحمل سے کام لے رہا ہے اور سپریم کورٹ سے امید لگا رکھی ہے کہ اس ظالم کو ایک بار پھر سپریم کورٹ ہی سبق سکھائے گی جیسا کہ اس سے پہلے ذلیل وخوار ہوا ہے۔ عام مسلمانوں کی بات کریں تو ان کا کہنا ہے کہ اس نے قرآن مقدس کی آیتوں کو دہشت گردی سے جوڑا ہے اور سر عام مقدس آیتوں کو پھاڑ کر قرآن پاک کی بے حرمتی کی ہے، اس کو پھانسی کی سزا دی جائے یا ملک بدر کیا جائے یا تو پھر عمر قید کی سخت ترین سزا دی جائے۔

بقیہ— تمام مخلوقات کے محسن....

زبان جانور بھی آپؐ کی رحمت سے مستفید ہوتے تھے۔ روایات میں ہے کہ ایک مرتبہ آپؐ کسی انصاری صحابی کے باغ میں تشریف لے گئے، وہاں ایک اونٹ موجود تھا، آپؐ کو دیکھ کر اونٹ کی آنکھوں سے آنسو بہنے لگے۔ آپؐ یہ منظر دیکھ کر اس کے پاس تشریف لے گئے، اس کے بدن پر ہاتھ پھیرا یہاں تک کہ وہ پرسکون ہوگیا۔ اس کے بعد آپؐ نے دریافت فرمایا کہ یہ اونٹ کس کا ہے۔ ایک انصاری نوجوان نے عرض کیا یا رسول اللہ! میرا ہے۔ آپؐ نے ان سے فرمایا کہ کیا تم اللہ سے نہیں ڈرتے جس نے تمھیں اس جانور کا مالک بنایا ہے۔ اس نے مجھ سے تمہاری شکایت کی ہے کہ تم اسے بھوکا رکھتے ہو اور اس سے زیادہ کام لیتے ہو۔ (سنن الکبری للبیہقی: ۱۳/۸) ایک مرتبہ آپؐ نے ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ہر چیز کے ساتھ حسن سلوک کا حکم فرمایا ہے، اگر تم قتل کرو تو اچھی طرح قتل کرو، ذبح کرو تو اچھے طریقے پر ذبح کرو، ذبح کرنے سے پہلے اپنی چھری تیز کر لیا کرو تا کہ جانور کو زیادہ تکلیف نہ ہو۔ (صحیح مسلم: ۱۰/۱۲۲، رقم الحدیث: ۳۶۱۵)

بے زبان چیزیں بھی آپؐ کے دائرۂ رحمت میں شامل تھیں۔ سیرت کی کتابوں میں ایک حیرت انگیز واقعہ موجود ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپؐ کو بے زبان چیزوں سے بھی تعلق تھا۔ مسجد نبوی میں جب آپؐ خطبہ دیتے دیتے تھک جاتے تھے تو لکڑی کے ایک ستون سے ٹیک لگا لیا کرتے تھے۔ بعد میں آپؐ کے لیے منبر تعمیر کر دیا گیا تو آپؐ اس پر تشریف رکھنے لگے۔ ظاہر ہے وہ ستون آپؐ کے جسم اطہر کے لمس سے محروم ہوگیا، اس بے زبان ستون کو اس واقعے سے اس قدر صدمہ پہنچا کہ وہ تڑپ اُٹھا، یہاں تک کہ اس کے رونے کی آواز آپؐ نے بھی سنی اور صحابہ کے کانوں تک بھی پہنچی۔ آپؐ منبر سے اُتر کر ستون کے پاس تشریف لے گئے، اس کو اپنے پہلو میں بھرا، اور اس پر دست شفقت رکھ کر پرسکون کیا۔ آپؐ نے صحابہ کرامؓ سے ارشاد فرمایا: اگر میں اسے گلے نہ لگاتا تو یہ ستون قیامت تک اسی طرح روتا رہتا۔ (ابن ماجہ: ۴/۴۴۳۶، رقم ا۱لحہ دی ہ ث ۴۴: ۱۴۰۵)

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سارے جہانوں کے لیے رحمت فرمایا ہے۔ اس کا ایک مفہوم یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ آپؐ جو شریعت لے کر دنیا میں تشریف لائے ہیں وہ انسانوں کی بھلائی اور خیر خواہی کے لیے ہے۔ اس کی ہر تعلیم اور شریعت کا ہر حکم انسانیت کے لیے باعث رحمت اور باعث خیر ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ اس آیت میں عالمین عالم کی جمع ہے جس میں ساری مخلوقات انسان، جن، حیوانات، نباتات، جمادات سبھی داخل ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ان سب چیزوں کے لیے رحمت ہونا اس طرح ہے کہ تمام کائنات کی حقیقی روح اللہ کا ذکر اور اس کی عبادت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس وقت زمین سے یہ روح نکل جائے گی اور زمین پر کوئی اللہ اللہ کہنے والا نہ رہے گا تو ان سب چیزوں کی موت یعنی قیامت آجائے گی اور جب ذکر اللہ عبادت کا ان سب چیزوں کی روح ہونا معلوم ہوگیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: انا رحمة مهداة میں اللہ کی طرف سے بھیجی ہوئی رحمت ہوں اور آپؐ کی رحمت کا یہ سلسلۂ کرم رہتی دنیا تک قائم رہے گا بلکہ جب یہ دنیا فنا ہو جائے گی تب بھی اہل ایمان آپؐ کی رحمت بے پایاں سے مستفیض ہوں گے۔ یہاں تک کہ آپؐ ہی اہل ایمان گنہگاروں کو عفو و کرم کا پروانہ دلا کر جنت میں لے جائیں گے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپؐ دنیا میں بھی سراپا رحمت ہیں اور آخرت میں بھی۔□□

بقیہ— دین سے دوری اور غفلت....

شعبہ ملکی سطح پر بنائے اور ہر صوبوں، اضلاع اور گاؤں میں اس کی ذیلی کمیٹیاں ہو جو اپنے علاقوں کا معائنہ کرے اور کوئی واقعہ درپیش ہو تو وہاں فوری طور پر پہنچ کر مناسب اقدامات کرے۔ اسی کے ساتھ مکاتب کے نظام کو مضبوط کیا جائے اور ہر گاؤں میں عقائد کی تعلیم بالخصوص عقیدۂ توحید و رسالت پر زور دیا جائے اور مسلمانوں اور ان کے بچوں کے دلوں میں کفر و شرک کی نفرت بٹھا دی جائے۔ مفتی اسعد صاحب نے فرمایا کہ چونکہ مرد حضرات کو علماء کرام کے مواعظ حسنہ سے استفادہ کا زیادہ موقع ملتا ہے لیکن مستورات کو کم ملتا ہے، جس وجہ سے ارتداد کا فتنہ عورتوں میں زیادہ پایا جا رہا ہے لہٰذا ہمیں خواتین کے ہفتہ واری اور ماہانہ اجتماع منعقد کرنے کا نظام بنانا چاہئے اور مساجد والوں کو چاہیے کہ وہ جمعہ بیان کو مسجد تک محدود نہ کریں بلکہ اپنے محلّہ کے ہر ایک گھر میں جدید ٹیکنالوجی کے ذریعے پہنچانے کی کوشش کریں۔ مولانا نے فرمایا کہ باطل ایک سیلاب کی طرح آتا ہے لہٰذا ہم اگر تھوڑی سی کوشش کریں تو اللہ کی مدد و نصرت شامل حال ہوگی اور یہ باطل پر حق غالب آئے گا۔

قابل ذکر ہے کہ یہ اصلاحِ معاشرہ کانفرنس مرکز تحفظ اسلام ہند کے بانی و ڈائریکٹر محمد فرقان کی نگرانی اور مرکز کے رکن شوریٰ قاری عبد الرحمٰن الخبیر قاسمی بستوی کی نظامت میں منعقد ہوئی۔ کانفرنس کا آغاز مرکز کے آرگنائزر حافظ محمد حیات خان کی تلاوت اور مفتی محمد مصعب قاسمی کی نعتیہ کلام سے ہوا، جبکہ مرکز کے رکن شوریٰ مولانا محمد طاہر قاسمی بطور خاص شریک تھے۔ کانفرنس سے خطاب کرنے والے دنوں اکابر علماء کرام نے مرکز تحفظ اسلام ہند کی خدمات کو سراہتے ہوئے خوب دعاؤں سے نوازا اور اس کانفرنس کو وقت کی اہم ترین ضرورت قرار دیا۔ اختتام سے قبل مرکز کے ڈائریکٹر محمد فرقان نے تمام مقررین و سامعین اور مہمانان خصوصی کا شکریہ ادا کیا اور صدر اجلاس حضرت مولانا مفتی افتخار احمد قاسمی صاحب کی دعا سے یہ سہ روزہ اصلاح معاشرہ کانفرنس اختتام پذیر ہوا۔

دنیا کا عظیم ترین
سکندر اعظم بھارت میں طاقت کا کیپسول
نیا بھروسہ ایک ہی کیپسول سے زبردست
طاقت و جسمانی کمزوری دور کریں
میڈیکل اسٹور سے خریدیں یا فون کریں:
09212358677, 09015270020

بقیہ— ادبیات

تو بہترینِ خلائق میں بد ترینِ جہاں
تو سرورِ دوجہاں میں کمینہ خدمت گار
بہت دنوں سے تمنا ہے کیجئے عرضِ حال
اگر ہو اپنا کسی طرح تیرے در تک بار
نہ جبرئیل کے پر ہیں نہ ہے براق کوئی
جو اُڑ کے درتیئں پہنچوں تمہارے یا ہوں سوار
کشش پہ تیری لئے اپنا بار بیٹھے ہیں
تکے ہے تیری طرف کو یہ اپنا دیدۂ زار
مدد کر اے کرمِ احمدی کہ تیرے سوا
نہیں ہے قاسم بیکس کا کوئی حامی کار
دیا ہے حق نے تجھے سب سے مرتبہ عالی
کیا ہے سارے بڑے چھوٹوں کا تجھے سردار
جو تو ہی ہم کو نہ پوچھے تو کون پوچھے گا
بنے گا کون ہمارا ترے سوا غمخوار
کیا ہے سگ نمط ابلیس نے مرا پیچھا
ہوا ہے نفس مرا سانپ سا گلے کا ہار
وہ عقلِ بے خرد اپنی یہ زورِ حرص و ہوا
اسے سجھاؤں میں یا ان سے آکے ہوں دوچار
دکھائے ہے مرے دل کے لبھانے کو ہر دم
ہزار طرح کے دنیاء کہنہ سال سنگار
ادھر ہجوم تمنا ادھر نصیبوں سے
کرے ہے بخت زبوں ہر امید سے پیکار
رجا وخوف کی موجوں میں ہے امید کی ناؤ
جو تو ہی ہاتھ لگائے تو ہووے بیڑا پار
امیدیں لاکھوں ہیں لیکن بڑی امید ہے یہ
کہ ہو سگانِ مدینہ میں میرا نام شمار
جیوں تو ساتھ سگانِ حرم کے تیرے پھروں
مروں تو کھائیں مدینہ کے مجھ کو مرغ و مار
جو یہ نصیب نہ ہو اور کہاں نصیب مرے
کہ میں ہوں اور سگانِ حرم کی تیرے قطار
اڑا کے باد مری مشتِ خاک کو پسِ مرگ
کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار
ولے یہ رتبہ کہاں مشتِ خاک قاسم کا
کہ جائے کوچۂ اطہر میں تیرے بن کے غبار
مگر نسیم مدینہ ہی گرد باد بنا
کشاں کشاں مجھے لے جا جہاں ہے تیرا مزار
غرض نہیں مجھے اس سے بھی کچھ رہی لیکن
خدا کی اور تری الفت سے میرا سینہ فگار
لگے وہ تیر غم عشق کا مرے دل میں
ہزار پارہ ہو دل خون دل میں ہوں سرشار
لگے وہ آتش عشق اپنی جان میں جس کی
جلاوے چرخ ستم گر کو ایک ہی جھونکار
صدائے صور قیامت ہو اپنا اک اک ناز
بجائے برق ہو اپنی ہی آہ آتشبار
چبھے کچھ ایسی مرے نوک خارِ غم دل میں
کہ چھوٹے آنکھوں کے رستہ سے اک لہو کی فوار
تمہارے عشق میں رو رو کے ہوں نحیف اتنا
کہ آنکھیں چشمۂ آبی سے ہوں درونِ غبار
یہ لاغری ہو کہ جانِ ضعیف کو دمِ نقل
نہ ہووے ساتھ اٹھانا بدن کا کچھ دشوار
رہے نہ منصبِ شیخ المشائخی کی طلب
نہ جی کو بھائے یہ دنیا کا کچھ بناؤ سنوار
ہوا اشارہ میں دو ٹکڑے جو قمر کا جگر
کوئی اشارہ ہمارے بھی دل کے ہوجا پار
یہ کیا ہے شور و غل اتنا سمجھ تو کچھ قاسم
نہ کچھ بڑا ترا رتبہ نہ کچھ بلند تبار
تو تھام اپنے تیئں حد سے پا نہ دھر باہر
سنبھال اپنے تیئں اور سنبھل کے کر گفتار
ادب کی جا ہے یہ چپ ہو تو اور زباں کر بند
وہ جانے چھوڑ اسی پر نہ کر تو کچھ اصرار
دل شکستہ ضروری ہے جوشِ رحمت کو
گرے ہے باز کہیں جب تلک نہ دیکھے شکار
وہ آپ رحم کریں گے مگر سنیں تو سہی
شکستِ شیشۂ دل کی ترے کبھی جھنکار
بس اب درود پڑھ اس پہ اور اس کی آل پہ تو
جو خوش ہو تجھ سے وہ اور اس کی عترت اطہار
الٰہی اس پہ اور اس کی تمام آل پہ بھیج
وہ رحمتیں کہ عدد کر سکے نہ ان کو شمار

مسجد اقصیٰ پر صرف مسلمانوں کا حق ہے

اسرائیلی عدالت کے ذریعہ یہودیوں کو وہاں عبادت کی اجازت دینا انتہائی خطرناک نتائج کا حامل: مولانا محمود مدنی، صدر جمعیۃ علماء ہند

نئی دہلی ۹ر اکتوبر: جمعیۃ علماء ہند کے صدر مولانا محمود اسعد مدنی نے اسرائیل کی مجسٹریٹ عدالت کے ذریعہ مسجد اقصیٰ میں یہودیوں کی عبادت کی اجازت کو بین الاقوامی معاہدوں اور مسجد اقصیٰ کی تاریخی و قانونی حیثیت کی خلاف ورزی بتایا ہے اور اس پر بات اطمینان ظاہر کیا ہے کہ وہاں کی اعلیٰ عدالت نے فوری طور سے اس فیصلے کو کالعدم قرار دے کر بہتر کام کیا ہے، مولانا مدنی نے کہا یہ فیصلہ انتہائی خطرناک نتائج کا حامل ہوسکتا تھا اور اس سے مسجد اقصیٰ کا مسئلہ مزید پیچیدہ ہوجاتا۔

واضح ہو کہ ۲۰۱۶ء میں عالمی ثقافتی ادارہ یونیسکو نے اپنے فیصلے میں کہا تھا کہ مسجد اقصیٰ مکمل طور سے اسلامی مرکز ہے اور اس پر صرف مسلمانوں کا حق ہے، اس موقع پر یونیسکو نے اسرائیل کے ذریعہ مسجد اقصیٰ پر تسلط کو ناجائز قرار دیا تھا۔

مولانا مدنی نے کہا کہ مسجد اقصیٰ صرف فلسطینیوں کے لیے نہیں بلکہ پورے عالم اسلام کے لیے قبلہ اول اور واقعہ معراج میں تمام انبیائے کرام کی عبادت گاہ ہونے کی وجہ انتہائی مقدس ہے، جمعیۃ علماء ہند ہمیشہ یہ کہتی رہی ہے کہ اس پر اسرائیلی افواج کا کنٹرول غلط اور غاصبانہ عمل ہے۔اس لیے دنیا کی بااثر طاقتوں اور عالم عرب کو جلد ایک حتمی فیصلہ کرنا چاہیے کہ مسجد اقصی مسلم افواج کے کنٹرول میں ہو اور دنیا کی تمام عبادت گاہوں کی طرح، مسلمانوں کے لیے اس میں داخلہ پر کسی قسم کی کوئی پابندی نہ ہو اور وہاں تمام ممالک کے مسلمانوں کو یکساں طور پر رسائی کا حق حاصل ہو۔

جمعیۃ علماء ضلع مظفر نگر کے وفد کی مجسٹریٹ سے ملاقات

سعد پور قبرستان کی زمین کو قبضہ سے آزاد کرانے کا مطالبہ

مظفر نگر، ۱۲ر اکتوبر: جمعیۃ علما ضلع مظفر نگر کے ایک وفد نے ضلع مجسٹریٹ چندر بھوشن سنگھ اور اے ڈی ایم ای امت کمار سے ملاقات کر کے سعد پور گاؤں کے مقبوضہ قبرستان کا مسئلہ اٹھایا اور مطالبہ کیا کہ ۲۴ بیگھ کے قبرستان کو جاٹوں کے قبضہ سے آزاد کرا کر مسلم سماج کے حوالہ کیا جائے۔ جمعیۃ علماء اتر پردیش کے سابق صوبائی نائب صدر مولانا جمال الدین قاسمی و مولانا محمد موسیٰ قاسمی سکریٹری جمعیۃ علما مظفر نگر کی قیادت میں ایک وفد نے ضلع کے اعلیٰ افسران کو قبرستان کی ملکیت کے سبھی پرانے دستاویز اور وقف کی املاک کے کاغذات مہیا کراتے ہوئے کہا کہ سعد پور گاؤں کا خسرا نمبر ۷۰۲ جو کہ قبرستان کے نام درج ہے، اور وقف بورڈ اتر پردیش کی املاک میں بھی درج ہے، ۱۹۶۲ء کے بعد کے سبھی دستاویزوں میں یہ زمین قبرستان کے ہی نام پر درج چلی آ رہی ہے، جہاں پر آج بھی بہت ساری قبریں بنی ہوئی ہیں، لیکن کچھ شہ زوروں کے اشارہ اور ان کی کوششوں سے کچھ افسران کی ملی بھگت سے مذکورہ آراضی پر جاٹ سماج کے کچھ لوگوں نے ناجائز قبضہ جما رکھا ہے، تمام ثبوت اور دستاویزوں کے باوجود سی او چک بندی کے غلط فیصلہ کی بنیاد پر قبرستان کی آراضی پر ناجائز قبضہ کئے ہوئے ہیں، جمعیۃ کے وفد نے اعلیٰ افسران سے مطالبہ کیا کہ سعد پور سمیت تمام مقبوضہ قبرستانوں کی آراضی کو قبضوں سے آزاد کرا کران کو محفوظ کیا جائے۔

وفد کی باتوں کو بغور سننے کے بعد ضلع مجسٹریٹ چندر بھوشن سنگھ اور اے ڈی ایم امت کمار نے وفد کو یقین دلایا کہ قبرستان کی زمین کی نوعیت نہیں بدلی جائے گی، اور کسی کو بھی ناجائز قبضہ کرنے کی ہرگز اجازت نہیں دی جائے گی، مولانا جمال الدین قاسمی و مولانا موسیٰ قاسمی نے کہا کہ قبرستان کی لڑائی آخر تک لڑی جائے گی، کسی بھی صورت میں زمین پر قبضہ نہیں ہونے دیا جائے گا۔

اس موقع پر مولانا جمال الدین قاسمی، مولانا زین الدین قاسمی، مولانا موسیٰ قاسمی، دیوان جی حکیم الدین، مولانا عبدالتواب، مولانا پرویز قاسمی، مولانا دین محمد، مولانا شاہنواز، ماسٹر یامین، صدام حسین، وغیرہ موجود رہے۔

دین سے دوری اور غفلت فتنۂ ارتداد کی بنیادی وجہ ہے

مرکز تحفظ اسلام ہند کے اصلاح معاشرہ کانفرنس سے مفتی افتخار احمد قاسمی اور مفتی اسعد قاسم سنبھلی کا خطاب

بنگلور، ۳۰ر ستمبر: مرکز تحفظ اسلام ہند کے زیر اہتمام منعقد آن لائن سہ روزہ اصلاح معاشرہ کانفرنس بعنوان 'مسلم لڑکیاں ارتداد کے دہانوں پر: اسباب اور حل' کی تیسری اور آخری نشست سے صدارتی خطاب کرتے ہوئے مرکز تحفظ اسلام ہند کے سرپرست اور جمعیۃ علماء کرناٹک کے صدر حضرت مولانا مفتی افتخار احمد قاسمی صاحب نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں بے شمار نعمتوں سے نوازا ہے لیکن ان تمام نعمتوں میں قرآن وحدیث کی روشنی میں سب سے بڑی نعمت ایمان کی نعمت ہے۔ اگر ایمان کی نعمت نہ ہو تو دنیا میں اگرچہ ظاہری فائدہ ہو بھی جائے تو موت کے بعد کوئی فائدہ نہیں ہوگا اور ہمیشہ ہمیش کے لیے جہنم کو اپنا ٹھکانہ بنانا ہوگا۔ لیکن دوسری جانب اگر ایمان کی نعمت ہو تو اگر کچھ گناہوں کی وجہ سے جہنم میں چلا بھی جائے تو ایمان کی دولت کی وجہ سے ایک نہ ایک دن وہ جنت کا حقدار ہوگا۔ مولانا نے فرمایا کہ یہی وجہ ہے کہ اصحاب رسول نے بڑی سی بڑی قربانیاں دیں لیکن اپنے ایمان کا کبھی سودا نہیں کیا۔ کیونکہ ایمان جان سے بھی زیادہ قیمتی چیز ہے۔ مولانا قاسمی نے فرمایا کہ ایمان پر موت کامیابی کی علامت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ دور حاضر میں ہمارے معاشرے میں ایمان کی قدر و قیمت کم ہوتی جارہی ہے۔ والدین اور سرپرستان کی بے دین دیکھ کر نئی نسلوں میں بے دین پیدا ہورہی ہے اور وہ دین سے ایسے غافل ہورہے ہیں کہ ارتداد کا راستہ اپنا رہے ہیں۔ مولانا نے فرمایا کہ ایمان کی قدر و قیمت کو ہمیں معاشرہ کے ہر ایک فرد کو گھول کر پلا دینا چاہیے۔ حالات کتنے بھی ناساز کیوں نہ ہوں لیکن دور نبوی کے حالات سے زیادہ خراب نہیں ہیں، ان حالات کا کیسے مقابلہ کرنا ہے اس کی ہمیں دین و شریعت نے مکمل رہنمائی کی ہے۔ مولانا نے فرمایا کہ دین سے دوری اور غفلت فتنۂ ارتداد کی بنیادی وجہ ہے۔ اپنے گھروں کا اگر معائنہ کریں تو معلوم ہوتا ہے کہ ہماری نسلوں کو ایمان سے دور کرنے والی چیزیں مثلاً ٹی وی، انٹرنیٹ وغیرہ ہمارے اطراف زیادہ ہیں اور ایمان کی حفاظت کرنے والی چیزیں کم ہیں لہٰذا ہمیں اپنے بچوں کی دینی تعلیم کو مضبوط کرنے اور گھر کے ماحول کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔ مولانا قاسمی نے دوٹوک فرمایا کہ ہمیں چاہیے کہ اپنی نسلوں کی ایسی تربیت کریں کہ ان کے اندر ایمان پر مر مٹنے کا جذبہ پیدا ہوجائے تاکہ وہ کسی بھی حالت میں ایمان کا سودا نہ کریں۔ مولانا نے فرمایا کہ مخلوط تعلیمی نظام ارتداد کے اسباب کی سب سے اہم کڑی ہے۔ لہٰذا ہمیں اس سے خاص احتیاط کرنے کی فکر کرنی چاہیے۔ مفتی افتخار احمد قاسمی نے فرمایا کہ لوگوں کے ایمان کی فکر کرنا والدین، علماء کرام اور ملی تنظیموں کی ذمہ داری ہے لہٰذا اگر وہ اپنی اپنی مکمل ذمہ داری نبھائیں تو انشاء اللہ ہر ایک کا ایمان محفوظ رہے گا۔ قابل مبارکباد ہیں مرکز تحفظ اسلام ہند کے اراکین کہ انہوں نے اس سلسلے میں اپنی ذمہ داری نبھاتے ہوئے یہ کانفرنس منعقد کی۔

کانفرنس سے خطاب کرتے ہوئے جامعہ شاہ ولی اللہؒ، مراد آباد کے مہتمم حضرت مولانا مفتی اسعد قاسم سنبھلی صاحب نے فرمایا کہ ارتداد دنیا کی ایسی خطرناک قسم کی آفت ہے کہ دنیا میں اس سے بڑا حادثہ کوئی نہیں ہوسکتا۔ اگر آسمان پھٹ جائے، زمین دھنس جائے تو بھی وہ حادثہ کم ہے لیکن ارتداد اس سے بڑا حادثہ ہے۔ مفتی صاحب نے فرمایا کہ رسول اللہؐ کی وفات کے بعد بعض قبائل اسلام سے پھر کر مرتد ہوگئے تھے، خلیفہ اول سیدنا ابوبکر صدیقؓ کو جب اس کی اطلاع ملی تو آپؓ نے ان کے خلاف جہاد کیا اور ارتداد کے ذریعہ دشمنانِ اسلام کے جو کچھ منصوبے تھے ان سب پر پانی پھیر دیا، اور وہ اپنی موت آپ مرگئے اور اسلام کے خلاف ساری سازشیں ناکام ہوگئیں۔ مولانا سنبھلی نے فرمایا کہ ارتداد کی سب سے پہلی وجہ ہے ظالم حکمران کا ہم پر مسلط ہونا اور اپنی طاقت کا ناجائز فائدہ اٹھا کر مسلمانوں کو مرتد کرنے کی کوشش کرنا۔ اس کی دوسری وجہ مخلوط تعلیمی نظام ہے۔ دشمنانِ اسلام نے ایسی سازش رچی ہے کہ اس نئی تعلیمی پالیسی کے چلتے بچے اپنی پڑھائی مکمل کرنے تک خود بہ خود مرتد ہوجائیں گے۔ مولانا نے فرمایا کہ ارتداد کی تیسری وجہ حد سے زیادہ اتحاد بھی ہے، اس ملک میں بین المذاہب اتحاد کی یقیناً ضرورت ہے لیکن وہ بھی شریعت کے حدود میں ہو ورنہ ایک بڑی تعداد اتحاد کے چلتے غیروں کے کفر وشرک کی تقارب میں بھی حصہ لینے لگتی ہے اور بعد میں مرتد ہوجاتی ہے۔ چوتھی وجہ یہ مسلمانوں کی معاشی تنگی ہے۔ کیونکہ اغیار مسلمانوں کی غربت و جہالت سے فائدہ اٹھا کر ان کی مدد کو پہنچتے ہیں اور پھر اس مدد کے نام پر ان کے دین وایمان پر ڈاکہ ڈالتے ہیں۔ مولانا سنبھلی نے فرمایا کہ ہمیں ان تمام اسباب پر غور کرنا چاہیے اور اس اعتبار سے اس کا حل تلاش کرنا چاہیے۔ مولانا نے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ سے اپیل کرتے ہوئے فرمایا کہ بورڈ ارتداد کے سلسلے میں ایک الگ

(باقی صفحہ ۱۴ پر)

مراسلات

ادارہ کا مراسلہ نگار کی رائے سے اتفاق ضروری نہیں

اسلام ہندوستان میں تلوار سے نہیں پھیلا

مکرمی! مذہب اسلام کو ایک جارح مذہب کی حیثیت سے پیش کرنا بعض حلقوں کا محبوب مشغلہ بن گیا ہے، خاص طور پر ایک ایسے وقت میں جب فرقہ پرستی کے جنون کی آندھی پورے ملک میں چل رہی ہے اور دلوں میں نفرت و کدورت کے طوفان اٹھائے جارہے ہیں اسلام کو ایک جارح مذہب اور مسلمانوں کو حملہ آور قرار دینے سے تنگ نظر عناصر کا یہی مقصد ہے کہ اسلام کو تلوار سے پھیلنے والا مذہب اور مسلمانوں کو حملہ آور ثابت کر کے ان کے خلاف اکثریتی فرقہ کی رائے کو متاثر کیا جاسکے۔

حالانکہ حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ اسلام، ہندوستان میں فاتح مذہب کی حیثیت سے ہرگز داخل نہیں ہوا بلکہ ایک تبلیغی مذہب کی حیثیت سے وارد ہوا ہے مہم جو مسلمان لشکریوں کی درۂ خیبر پار کر کے ہندوستان میں آمد سے بہت پہلے حتیٰ کہ سندھ میں محمد بن قاسم کی آمد سے بھی قبل اسلام کی روشنی سرزمین ہند پر پڑھنے لگی تھی یہ شرف جنوبی ہند کو حاصل ہے کہ اسلام کے آفتب کی پہلی کرن وہاں سے اس وقت پھوٹی تھی جب عرب تاجر مالا بار کے ساحلی علاقوں میں بسلسلہ تجارت آنے جانے لگے تھے، ان کی کشتیں مدراس، کیرالا، گجرات اور سندھ کے ساحلوں میں لگنے لگیں تھیں، بعد میں کچھ عرب تاجروں نے جنوبی ہند میں اپنی چھوٹی موٹی بستیاں بسالیں، ہندو راجاؤں کی طرف سے انہیں نہ صرف رہنے سہنے کے لئے زمین دی گئی بلکہ ان کے نئے مذہب اسلام کے مطابق انہیں عبادت کرنے کی بھی آزادی فراہم کی گئی، یہ اسلام کا ابتدائی دور اور پہلی صدی کا زمانہ تھا، اس کے بعد شمال کی راہ سے مسلمانوں کی آمد و رفت شروع ہوئی اور بغداد میں خلافت عباسیہ سے ہندوستان کے تعلقات فروغ پانے لگے دوسری طرف صوفیائے کرام کی آمد سے دعوت و تبلیغ کا جو کام یہاں شروع ہوا اس نے اسلام کے ہندوستان میں پھیلنے میں کافی معاونت کی۔

اسلام اگر ہندوستان میں فاتح کی تلوار بن کر داخل ہوا ہوتا تو یہاں کی آبادی کا غالب حصہ آج مسلمان ہوتا اور یہ صدیوں سے مسلم اکثریت کا ملک کہلاتا مگر ایسا نہیں ہوا کیونکہ صوفیائے کرام کے علاوہ شاید ہی کسی مہم جو کو ہندوستان میں اسلام پھیلانے سے دلچسپی رہی ہو وہ تو اسلام کی خوبیاں بالخصوص اس کی وحدانیت، جمہوریت، انسانی اخوت اور مساوات کا نتیجہ ہے کہ مقامی آبادی نے ان کو دیکھا و سمجھا تو ان کا دل اس کی طرف کھنچتا ہی چلا گیا اور وہ سماج جو ذات پات کی بنیاد پر مختلف ٹکڑوں میں تقسیم تھا اور جہاں ایک جیسے انسانوں کو پاک اور ناپاک میں تقسیم کردیا گیا تھا ان کے ساتھ غیر انسانی سلوک روا رکھا جارہا تھا، اسلام کے مصلحوں کے ساتھ ایک نئی تہذیب اپنی پوری تابانی کے ساتھ ہندوستان میں آئی تو یہی لوگ اس کی طرف راغب ہوتے گئے، انہیں اسلام کے پیغام توحید میں اپنی نجات نظر آنے لگی اور وہ اسلام کے آغوش میں پناہ لینے لگے۔

جن مسلم فاتحین کا اسلام اور مسلمانوں کے مخالف آج حوالہ دیتے ہوئے نہیں تھکتے ان کی ہندوستان میں آمد تو کافی بعد کا واقعہ ہے اور اگر یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ مسلم فاتحین کے ہندوستان میں داخلہ سے اقتدار کی جولڑاجیاں چھڑیں انہوں نے اسلام کی تبلیغ اور قبولیت عام کو ہی سب سے زیادہ نقصان پہنچایا کیونکہ ان مسلم فاتحین اور سلاطین کو مذہب کے مقابلہ میں اپنی حکومت و قیادت سے زیادہ دلچسپی تھی اسی لئے ان کا بیشتر وقت جنگی تدابیر میں صرف ہوا۔

اغیار کا یہ کہنا بھی نہایت غلط ہے کہ اسلام ایک بیرونی مذہب ہے کیونکہ اسلام کا پیغام صرف سرزمین عرب کے واسطے نہیں بلکہ سارے عالم کے لئے اس میں ہدایت پائی جاتی ہے، جب اسلام کا یہ پیغام ہندوستان پہنچ گیا اور یہاں کے لوگوں نے اسے دل جمعی کے ساتھ قبول کرلیا تو وہ ہندوستانی مذہب بن گیا اور خدا تو نہ ہندوستانی ہے نہ عربی اور نہ ایرانی بلکہ وہ رب العالمین ہے، اسی لئے اسلام کا پیغام بھی آفاقی ہے اور قیامت تک روئے زمین کے انسانوں کے لئے اب یہی دینِ آخر ہے جسے اللہ تعالیٰ نے مکمل کردیا اور انسانوں کے لئے اپنی بے پایاں نعمت قرار دیا ہے۔

عارف عزیز، بھوپال

الزائمر کا بڑھتا خطرہ

مکرمی! ہندستان میں اس وقت تقریباً ۵۳ لاکھ لوگ کسی نہ کسی طرح کی ڈمنیشیا میں مبتلا ہیں اور اندیشہ ہے کہ ۲۰۲۵ء تک صرف ۶۰ سال سے زائد عمر کے ہی تقریباً ۶۴ لاکھ افراد اس مرض میں مبتلا ہوں گے۔ الزائمر مرض کے متعلق لوگوں کو بیدار کرنے کے مقصد سے ہی ہر سال ۲۱ر ستمبر کو عالمی یومِ الزائمر منایا جاتا ہے۔ ڈبلیو ایچ او کے مطابق امریکہ میں الزائمر ہر ساتویں موت کی اہم وجہ ہے۔ یہاں ۶۴ سال سے زائد عمر کے زیادہ تر لوگ الزائمر سے مرجاتے ہیں۔ یہ عرف عام میں بھول جانے کی بیماری ہے۔ اس مرض میں مبتلا شخص دھیرے دھیرے سب کچھ بھول جاتا ہے اور دھیرے دھیرے یہ بیماری اتنی بڑھتی ہے کہ آدمی کھانا پینا اور اپنا نام تک بھول جاتا ہے۔ اگر کوئی آدمی سب کچھ بھول جائے تو یہ آسانی سے سمجھا جاسکتا ہے کہ اس کی زندگی کتنی دشواریوں سے بھر جائے گی۔ یہ بیماری عموماً بزرگوں کو ہی ہوتی ہے لیکن نوجوان بھی اس کی گرفت میں آرہے ہیں۔ دماغ سے متعلق یہ بھولنے کی بیماری دماغ کی نسوں کو نقصان پہنچانے کی وجہ بن جاتی ہے۔ دماغ میں پروٹین کے ڈھانچے میں گڑبڑ ہونے کی وجہ سے اس کا خطرہ بڑھ جاتا ہے۔ حالانکہ اس کا کوئی مستقل علاج نہیں ہے لیکن کچھ دواؤں کے ذریعہ علامتوں کو کم کیا جاسکتا ہے۔ اس بیماری کی صحیح وجہ بھی ابھی تک معلوم نہیں ہوسکی ہے۔ یہ بیماری دماغ کے خلیوں کو تباہ کردیتی ہے۔ اس کی عام علامتوں میں یہ دِکھایا گیا ہے کہ انسانی رویے میں تبدیلی آجاتی ہے۔ رات میں نیند کم آتی ہے، رکھی ہوئی چیزوں کو بہت جلد بھول جانا، آنکھوں کی روشنی میں کمی، چڑچڑا پن اور غصہ آنا، چھوٹے چھوٹے کاموں میں پریشان ہوجانا اور خاندان کے لوگوں کو نہیں پہچان پاتا اہم ہے۔ بڑھتی ہوئی عمر میں دماغ کے خلیوں کے سکڑنے کی وجہ سے نیوران کے اندر کچھ کیمیکل کم ہونے لگتے ہیں۔ اس کی مقدار کو متوازن کرنے کے لیے دواؤں کا استعمال کیا جاتا ہے۔ یہ دوائیں جتنی جلد شروع کی جائیں اتنا ہی بہتر ہے۔ صحت مند طرزِ زندگی اور نشے کی لت سے دوری رکھ کر الزائمر سے بچا جاسکتا ہے اور خاندان کے بزرگوں کا خیال رکھ کر بھی اس مرض سے نجات پاسکتے ہیں۔

ڈاکٹر عبدالباسط دھلی

ALJAMIAT (URDU WEEKLY) NEW DELHI
Postal Registration No. DL(C)-01/1267/2021-23
Publishing Date: 8 October 2021
Posting Days MON. TUE. at N.D.P.S.O. New Delhi
R.N.I. 38985/82

شہنشاہِ کونین ﷺ غیرِ مسلم دانشوروں کی نظر میں

● میں ان میں سے بہترین کے بارے میں جاننا چاہتا تھا، جس کی آج لاکھوں کروڑوں دلوں تک رسائی ہے۔ میں اس ضمن میں یقین سے بھی آگے گزر چکا ہوں کہ اسلام ان دنوں تلوار کے زور پر نہیں پھیلا، بلکہ اس کی پاکیزگی اور قربانی دینے کا اعلا ترین جذبہ اس کے پھیلنے کا موجب بنا ہے۔ پیغمبر اسلام نے انتھک انداز میں اپنا فریضہ سرانجام دیا، انھیں بہترین دوست اور امتی ملے، جو بلاخوف اللہ پر حتمی یقین کے ساتھ ان کے دین کے مشن کو لے کر چلے۔

مہاتما گاندھی

● وہ شاعر نہیں ہیں، ایک پیغمبر ہیں اور وہ ہمارے پاس قرآن لائے ہیں، جو خدائی قوانین کا مجموعہ ہے۔ یہ ایسی کتاب نہیں جسے کسی انسان نے لطف لینے کی خاطر یا مجموعی علم کو بلند کرنے کی خاطر لکھا ہو۔

یوہان وولف گینگ گوئٹے

● میں نے حضرت محمدؐ کے مذہب کی حیران کن استقامت کی بنا پر ہمیشہ تعظیم کی ہے۔ میں سمجھتا ہوں کہ یہ وہ واحد مذہب ہے جس میں گہرائی ہے اور یہی چیز لوگوں کے لیے دلکش ثابت ہوئی ہے۔ میں حضرت محمدؐ کے مذہب کے بارے میں پیشین گوئی کرنا چاہتا ہوں کہ آج جسے یوروپ کہتے ہیں وہاں یہ چھا جائے گا۔

جارج برنارڈ شا

● میں نے لقمان کی دانائی پڑھی، ارسطو کی منطق اور فلسفہ پڑھا، بوعلی سینا کی حذاقت وطبابت پڑھی، رستم وسہراب کا جائزہ لیا، لینن و کارل مارکس کے فارمولے پڑھے، مشرق ومغرب اور عرب وعجم کے تمام لیڈروں کا بغور جائزہ لیا، لیکن مجھے ایسا قائد جس کی شخصیت کا ہر پہلو بے داغ اور محبوب ہو، جس سے اپنے اور پرائے محبت کرنے پر مجبور ہو جائیں، ان میں سے کوئی نظر نہیں آیا، جن کا میں نے بڑی عرق ریزی سے مطالعہ کیا تھا، بس کون ومکاں کی ایک ہی شخصیت میں دنیائے خیر کے تمام پہلو سمٹے ہوئے نظر آئے۔ وہ شخصیت جس کے لیے ہی یہ عالم وجود میں آیا، اس کا نام نامی محمد عربی صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔

ڈاکٹر مائیکل ایچ ہارٹ

● آئین و قانون ساز، سپہ سالار، فاتح اصول ونظریات، بیسویں علاقائی سلطنتوں کے معمار، دینی وروحانی حکومت کے بانی، یہ ہیں محمد رسول اللہ اور انسانی عظمت کے ہر پیمانے کو سامنے رکھ کر ہم پوچھ سکتے ہیں کہ ہے کوئی جوان سے زیادہ بڑا، ان سے بڑھ کر عظیم ہو؟

لا مارٹن

● رسولِ مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ مطہرہ کا کوئی بھی گوشہ ایسا نہیں ہے جو متاثر کن نہ ہو۔ آپ اپنی ذات کی تمام صفات ہی کے ساتھ خیرالبشر تھے۔ یہ ہمارا اور تمام مسلمانوں کا ایمان ہے۔ اس سوال سے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرت مبارکہ کے کس پہلو نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟ یہ حکمت جڑی ہوئی ہے کہ مختلف افراد کی آراء کے ذریعہ سیرتِ مقدسہ کے مختلف پہلو بھی سامنے آجائیں اور مختلف اذہان نے سیرت رسالت مآب کو کس انداز میں قبول کیا؟ اس کا جواب بھی مل جائے۔

اللہ کے رسولؐ دورِ جہالت میں اسلام کا پیغام لے کر آئے۔ ان کی آمد سے عرب اور دنیا کی تاریخ میں ایک نئے دور کا آغاز ہوا۔ پہلے عرب معاشرے پر اور پھر پوری دنیا پر ان کے پیغام کا زبردست اثر ہوا۔ آپ نے عرب قوم کو ایک کیا، ان میں اتحاد پیدا کیا، ان کو جہالت کے دور سے نکالا۔ وہ عرب جو مختلف قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور آپس میں لڑتے جھگڑتے تھے، ان کو ایک انسان دوست قوم بنایا۔ رسول اللہ نے مساوات کی تعلیم دی اور کہا کہ کوئی چھوٹا بڑا نہیں ہے، سب برابر ہیں۔ علامہ اقبال نے اسی بات کو اس طرح کہا ہے کہ ”ایک ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود وایاز“ مساوات کی وجہ سے ہی مولانا حسرت موہانی سوویت روس کے انقلاب کو بہت پسند کرتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ سوویت کا مطلب ہے مساوات۔ یہ اسلام کے بہت قریب ہے۔ آپ کی تیسری بات جس نے مجھے بہت متاثر کیا اور جس کی آج بہت سخت ضرورت ہے، وہ ہے تعلیم کی اہمیت پر زور دینا۔ اللہ کے رسولؐ نے تعلیم پر بہت زور دیا اور یہاں تک کہا کہ تعلیم حاصل کرو چاہے اس کے لیے چین جانا پڑے، یعنی تعلیم کے حصول میں چاہے جتنی پریشانیاں ہوں اور چاہے جتنا طویل سفر کیوں نہ کرنا پڑے سب برداشت کر کے تعلیم حصل کرنی چاہیے۔

کے آر ملکانی

● نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم اس معاشرتی اور بین الاقوامی انقلاب کے بانی ہیں، جس کا سراغ اس سے قبل تاریخ میں نہیں ملتا۔ انھوں نے ایک ایسی حکومت کی بنیاد رکھی، جسے تمام کرۂ ارض پر پھیلنا تھا اور جس میں سوائے عدل اور احسان کے اور کسی قانون کو رائج نہیں ہونا تھا۔ ان کی تعلیم تمام انسانوں کو مساوات، باہمی تعاون اور عالم گیر اخوت تھی۔

بلبل ہند سروجنی نائیڈو

● حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور بنی نوعِ انسانی پر خدا کی ایک رحمت تھا۔ لوگ کتنا ہی انکار کریں، مگر آپ کی اصلاحات عظیمہ سے چشم پوشی ممکن نہیں۔ ہم بودھی لوگ حضرت محمدؐ سے محبت کرتے ہیں اور ان کا احترام کرتے ہیں۔

پیشوائے اعظم بدھ مذہب مانک تونگ

● یہ ایک حقیقت ہے کہ پوری انسانی تاریخ میں صرف وہی ایک انسان ایسے تھے جو دینی اور دنیاوی دونوں اعتبار سے غیر معمولی طور پر کامیاب، کامران اور سرفراز ٹھہرے۔

ہرٹ میخائل

● اندھی تقلید کے کالے پردے پھاڑ کر انھوں نے تمام قوموں کے دلوں پر واحد خدا کی حکومت قائم کی۔ وہ انسانی لعل کون تھا؟ محمد (ﷺ)

پنڈت شیونارائن

● محمد صلی اللہ علیہ وسلم اپنی ذات اور قوم کے لیے نہیں بلکہ دنیائے ارضی کے لیے ابر رحمت تھے۔

ڈاکٹر ڈی رائٹ

● میں نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اس تعلیم کو بغور پڑھا ہے جو انھوں نے خلق خدا کی خدمت اور اصلاحِ خلق کے لیے دی ہے۔ میری رائے ہے کہ اگر کوئی غیر مسلم بھی اسلام کی تعلیم کی ہدایتوں پر عمل کرے تو وہ بہت کچھ ترقی کر سکتا ہے۔ میرے خیال میں موجودہ زمانہ میں سوسائٹی کی اصلاح کا سب سے بہر طریقہ یہی ہے کہ اسلام کی تعلیم کو رائج کیا جائے۔

پروفیسر ہو جرمن

● پیغمبر اسلام نے ایک جنگ بھی جارحانہ نہیں کی، بلکہ ہر ایک موقع پر مدافعانہ لڑائی لڑنے پر آپ کو مجبور کیا گیا۔

سوامی برج نارائن سنیاسی

● غیر مسلم مصنفوں کا برا ہو جنھوں نے قسم کھا لی ہے کہ قلم ہاتھ میں لیتے وقت عقل کو چھٹی دے دیا کریں گے اور آنکھوں پر تعصب کے پتھر رکھ کر ہر واقعہ کو اپنی ناسمجھی اور تعصب کے رنگ میں رکھ کر دنیا کے سامنے پیش کریں گے۔ آنکھیں چکاچوندھ ہو جاتی ہیں اور ان کے گستاخ اور کج رقم قلموں کو اعتراف کرتے ہی بنتی ہے کہ واقعی اس نفس کش پیغمبر نے جس شانِ استغناء سے دولت، عزت، شہرت اور حسن کی طلسمی طاقتوں کو اپنے اصول پر قربان کیا، وہ ہر کس وناکس کا کام نہیں۔

سوامی لکشمن رائے

● محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی پر تنقید کرنے والوں نے اسلامی تاریخ اور بانی اسلام کی سیرت کا صحیح طور پر مطالعہ کرنے کی تکلیف گوارا نہیں کی، بلکہ سنی سنائی اور بے بنیاد باتوں کو سرمایہ بنا کر اعتراضات کی بوچھار کر دی۔ اگر وہ اسلامی روایات کو سمجھ لیتے اور سچائی کے اظہار کے لیے اپنے اندر کوئی جرأت و ہمت پاتے، تو وہ یقیناً اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور ہو جاتے۔

بی ایس رندھلوا

سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمین بن کر

فخر الدین فخرؔ گیلوی

سلام اس ذات پر جس کی محبت عین ایماں ہے
سلام اس پر جو آیا رحمۃ للعالمیں بن کر
سلام اس پر شہادت دی گئی جس کی اذانوں میں
سلام اس شاہ پر الفقر فخری جس کا فرماں تھا
سلام اس پر کہ جس کو نور رب العالمیں کہئے
سلام اس پر جو آیا کارِ اصلاحِ جہاں لے کر
سلام اس پر مٹایا جس نے دیوی دیوتاؤں کو
سلامِ شوق اپنا اس پناہِ بے پناہاں پر
سلام اس پر دلِ مسلم کو جس نے زندگی بخشی
سلام اس ماہ پر جو وجہِ تنویرِ دوعالم تھا
سلام اس پر سلام اس کے رفیقوں ہم نشینوں پر
سلام اس پر 'محمدؐ' جس کا ایک اسمِ گرامی ہے

سلام اس نور پر جس سے منور بزمِ امکاں ہے
امیر الانبیاء بن کر امام المرسلیںؐ بن کر
مچی اک دھوم جس کے نام کی ہفت آسمانوں میں
شہِ کون ومکانِ ہو کر فقیری پر جو نازاں تھا
سلام اس پر مکانِ قدس کا جس کو مکیں کہئے
ہوا مبعوث جو پروانۂ امن واماں لے کر
منور کر دیا توحید سے جس نے فضاؤں کو
یتیموں کا جو والی تھا سلام اس شاہِ شاہاں پر
جبینِ مردِ مومن کو عجب تابندگی بخشی
سلام اس پر نبوت اور رسالت کا جو خاتم تھا
سلام اس کے دیارِ پاک کے سارے مکینوں پر
سلام اس پر کہ 'احمدؐ' بھی اسی کا نام نامی ہے

سلام اس پر دلِ صد پارہ اپنا جس پہ قرباں ہے
فدا اے فخرؔ جس کے نامِ اقدس پر مری جاں ہے

جمعیۃ علماء ہند کے محترم صدر اور دارالعلوم دیوبند کے معاون مہتمم
امیرالہند حضرت مولانا قاری سیدمحمد عثمان صاحب منصورپوری نوراللہ مرقدہ
کی حیات و خدمات پر مشتمل
ہفت روزہ الجمعیۃ نئی دہلی کا
امیرالہند رابع نمبر
انشاء اللہ ماہ ستمبر ۲۰۲۱ء کے آخر تک منظرعام پر آرہا ہے
تفصیلات آئندہ شمارے میں ملاحظہ فرمائیں
رابطہ: ہفت روزہ الجمعیۃ، مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
موبائل: 09868676489 — ای میل: aljamiatweekly@gmail.com

ضروری اعلان
آپ براہِ کرم مدتِ خریداری ختم ہوتے ہی زرِ سالانہ ارسال فرمائیں۔ خط وکتابت میں خریداری نمبر کا حوالہ ضرور دیں۔
ادائیگی کے طریقے: 1 بذریعہ منی آرڈر
2 Paytm یا PhonePe کے ذریعہ 9811198820 پر
ALJAMIAT WEEKLY
3 آن لائن ادائیگی کیلئے بینک اکاؤنٹ کی تفصیل
A/c. 912010065151263
Axis Bank, Branch: Chitranjan Park, N.D.
IFS Code : UTIB0000430

ہفت روزہ الجمعیۃ انٹرنیٹ پر بھی دستیاب ہے، لاگ آن کریں: www.aljamiat.in
رابطہ: 9811198820 ای۔میل: aljamiatweekly@gmail.com

شرح خریداری
سالانہ 200/-
ششماہی 100/-
فی پرچہ 5/-
پاکستان اور بنگلہ دیش کے لئے 2500/-
دیگر ممالک کے لئے 3000/-
رابطہ: منیجر ہفت روزہ الجمعیۃ مدنی ہال (بیسمینٹ) ۱، بہادر شاہ ظفر مارگ، نئی دہلی ۲
فون: 011-23311455

Printed & Published by SHAKIL AHMAD SYED on behalf of Jamiat Trust Society printed at Shervani Art Printers, 1480, Qasimjan Street, Ballimaran, Delhi-6 and Published from Madani Hall,1, Bahadur Shah Zafar Marg, New Delhi-110002. Editor MOHD. SALIM, Ph. No. 23311455, 23317729, Fax No.: 23316173.
Designing & Composing: HUMRAN AZMI